چیف ایڈیٹر:
ٹی۔رام چندر راؤ
ایڈیٹر:
کنول پرشاد کنول

جون ۱۹۶۵ء
جیٹھ۔ اشاڑھ ۱۸۸۷
جلد: ۹، شمارہ: ۸

ترتیب

سرورق: تصویر: از شری ایس۔ آر۔ کے راؤ
دوسرا صفحہ: تصویر: از سوبھاشنی، بی۔ ایس۔ راؤ
تیسرا صفحہ: تصویر: از شری ایس۔ آر۔ کے راؤ
آخری صفحہ: تصویر: از شری ٹی۔ رام چندر راؤ
ناظم اطلاعات و تعلقاتِ عامہ آندھرا پردیش نے شائع کیا
مطبوعہ: انتخاب پریس جواہر لال نہرو روڈ حیدرآباد

میں آپ کو راشٹرپتی کی وہ اپیل یاد دلانا چاہتا ہوں جو انھوں نے جواہرلال نہرو یادگاری فنڈ میں عطیوں کے لیے ۳۰ جون ۱۹۶۴ء کو جاری کی تھی یہ فنڈ اس غرض سے قائم کیا گیا ہے کہ شری جواہرلال نہرو نے ملک کے لیے جو عظیم خدمات انجام دی ہیں اُن کی یادگار قائم کی جائے اور اس طرح ہم اپنی ممنونیت کا اظہار کریں۔ اس اپیل کی اشاعت کے ساتھ ہی جواہرلال نہرو یادگاری فنڈ سے متعلق ایک قومی کمیٹی قائم کی گئی تاکہ وہ ان اغراض و مقاصد کے لیے جنھیں شری جواہرلال نہرو عزیز رکھتے تھے، عطیے جمع کرے اور ان کی یاد کو تازہ رکھے۔

ہماری قوم کی تاریخ میں ۲۷ مئی ۱۹۶۴ء انتہائی الم انگیز دن تھا۔ جونہی شری جواہرلال نہرو کے اچانک انتقال کا اعلان ہوگیا، ساری قوم غم و الم میں ڈوب گئی۔ ۲۸ مئی ۱۹۶۴ء کو لاکھوں کروڑوں دکھ زدہ عوام کی زبانوں سے "پنڈت نہرو امر ہے" کے نعرے بلند ہونے لگے۔ ساری دنیا کے کروڑوں عوام نے اس عظیم المرتبت لیڈر کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ ایک نجات دہندے کی حیثیت سے، ایک فلسفی، معلم، مصنف اور عالمی مدبر کی حیثیت سے۔ وہ جن اعلیٰ صفات کے مالک تھے اور پُرامن بقائے باہم اور ناوابستگی کا جو پرچار وہ کرتے رہے، وہ اس قدر مشہور ہے کہ اس کا کوئی تفصیلی ذکر یہاں ضروری نہیں ہے۔ انسانیت نوازی کا جو عالمگیر جذبہ ان کے دل میں موجود تھا وہ قومی سرحدوں اور زمانے کی حدوں کو بھی پار کر گیا تھا۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے لیے ان کی پیہم جدوجہد نے ملک کے نقطۂ نظر کو ہی بدل کر رکھ دیا۔

اب ہماری کوشش یہی ہونی چاہیے کہ ہم ان سب چیزوں کا تحفظ کریں اور انھیں ترقی دیں جن کو وہ عزیز رکھتے تھے

آندھرا پردیش کے عوام خاص طور پر اُن کے ممنون رہیں گے کیونکہ اُن کی تائید سے ریاست آندھرا اور بعد میں

ریاستِ آندھرا پردیش کا قیام عمل میں آسکا۔ انھوں نے ریاستی حکومت کو ناگ ارجن ساگر، سری سیلم اور پوچم پاڑ جیسے بڑے بڑے پروجکٹوں کی تعمیر میں ضروری امداد پہنچاتے ہوئے اس ریاست کو ترقی اور خوش حالی کی شاہراہ پر ڈالنے میں مدد دی۔ وہ ان پروجکٹوں کے دورے کو ایک یاترا کی حیثیت دیتے تھے اور انھوں نے ریاست کے سارے عوام کی خوش حالی اور آسودگی کی دائمی بنیادیں ڈال دیں۔ اب آندھرا پردیش کے عوام کو اس کا موقع حاصل ہے کہ وہ نہرو یادگاری فنڈ میں دل کھول کر فیاضانہ عطیے دیتے ہوئے شری جواہر لال جی کے لیے اپنے جذباتِ تشکر کا اظہار کریں۔

قومی کمیٹی جواہر لال نہرو یادگاری فنڈ کی خواہش کے مطابق آندھرا پردیش میں ایک علاقائی ذیلی کمیٹی بنائی گئی ہے جو اس فنڈ کے لیے رقمیں جمع کرنے کا کام انجام دے گی۔ (ہماری ریاست کے لیے اس کا ٹارگٹ ایک کروڑ ۳۰ لاکھ روپے مقرر کیا گیا ہے) رقم جمع کرنے کے لیے ایسے کوپن اور جھنڈیاں فروخت کی جائیں گی جن پر سلسلہ نشان درج رہے گا۔ کوپن اپنی قیمتوں کے لحاظ سے تین قسم کے ہونگے یعنی (۱۰۰) روپے والے (۱۰) روپے والے اور ایک روپے والے۔ اور جھنڈیوں کی قیمت (۵۰) پیسے اور (۲۵) پیسے ہوگی۔ سرکاری ملازمین، مقامی مجالس کے ملازمین، فوجی اشخاص اور صنعتی مزدور اس فنڈ میں براہ کرم کم سے کم اپنی ایک دن کی تنخواہ کے عطیے دیں۔ سینما تھیٹروں کے منتظمین بھی کم سے کم ایک ایک شو کی آمدنی کے اور ہوٹل ریسٹوران اور اسی قبیل کے ادارے ایک ایک دن کے منافع کے عطیے دیں۔ (۵۰۰) روپے اور اس سے زیادہ کے عطیے دینے والے اصحاب کو ایک چاندی کا تمغہ عطا کیا جائے گا جس پر شری جواہر لال نہرو کی نیم تصویر کندہ ہوگی۔ ایسے کالجوں، اسکولوں اور دوسرے اداروں کو جو (۱۰۰۰) اور اس سے زیادہ کے عطیے دیں ایک پیتلی تختی عطا کی جائے گی جس پر شری جواہر لال نہرو کی ایسی ہی تصویر کندہ ہوگی۔ جواہر لال میموریل فنڈ میں عطیے دینے والے اصحاب انکم ٹیکس ایکٹ ۱۹۶۱ء کی دفعہ (۸۸) کے تحت انکم ٹیکس کی کٹوتی کے مستحق ہوں گے ایسے معطیوں کو انکم ٹیکس کی رعایت سے مستفید ہونے کے لیے جواہر لال نہرو میموریل ٹرسٹ کی رسیدیں حاصل کر لینی چاہئیں جو جائنٹ سیکریٹری، آندھرا پردیش ریجنل سب کمیٹی جواہر لال نہرو میموریل فنڈ سے حاصل کی جاسکیں گی۔ اس کے لیے انھیں وہ کوپن پیش کرنے ہوں گے جو اُن کے نام سے جاری کیے گئے ہوں۔ فروخت شدہ کوپن ہی انکم ٹیکس کی رعایت کا مطالبہ کرنے کے لیے باضابطہ رسید کی حیثیت نہیں رکھیں گے۔

میں آندھرا پردیش کے ہر فرد سے پُرخلوص اپیل کرتا ہوں کہ وہ جواہر لال نہرو میموریل فنڈ میں اپنی خوشی اور مرضی سے دل کھول کر فیاضانہ عطیے دے۔

کے، برہمانند ریڈی
صدر نشین علاقائی ذیلی کمیٹی آندھرا پردیش
جواہر لال نہرو میموریل فنڈ

کچھ رن

کچھ رن کا علاقہ تقریباً ۹۰۰۰ مربع میل کا علاقہ ہے۔ اس علاقے کا بیشتر حصہ ۱۰۰ فٹ نشیب میں ہے۔ عام طور سے یہ پورا علاقہ خشک اور بنجر ہے۔

صوبۂ سندھ کے سرکاری گزٹ مطبوعہ کراچی ۱۹۰۷ء میں سندھ کے حدود کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"اس کے مشرق میں مارواڑ، جیسلمیر اور بہاولپور کی دیسی ریاستوں کی سرحدیں ہیں شمال میں پنجاب کے ایک چھوٹے سے حصے اور خان آف قلات معروف بہ کچھی کے علاقے کی سرحد واقع ہے۔ مغرب میں انہیں علاقوں کا پہاڑی حصہ ہے۔ جہاں سرحدی خط کھرتاری سلسلۂ کوہ کی ڈھلوان اور دریائے باب کے ساتھ چلا گیا ہے اور جنوب میں بحیرۂ عرب اور کچھ رن ہے۔

اس طرح کسی شک و شبہ کے بغیر یہ بات واضح ہے کہ ۱۹۰۷ء میں بھی کچھ رن کا علاقہ تمام تر صوبۂ سندھ سے خارج تھا۔

امپیریل گزٹ آف انڈیا شائع کردہ برطانوی سرکار (بمبئی پریسیڈنسی کے صوبہ واری سلسلے کی جلد۲ (۱۹۰۹ء) میں بھی یہ بیان کیا گیا ہے کہ صوبۂ سندھ کی جنوبی سرحد کچھ کا علاقہ بحیرۂ عرب ہے۔

امپیریل گزٹ آف انڈیا شائع کردہ برطانوی سکریٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا (۱۹۰۸) میں کہا گیا ہے کہ سندھ کی انتہائی جنوب۔ مشرقی سرحد کچھ رن ہے"

ہندوستان پر برطانوی اقتدار کے زمانے میں سروے آف انڈیا کی جانب سے شائع کیے جانے والے سرکاری نقشوں میں صوبۂ سندھ اور کچھ کی ایسی ریاست کی درمیانی سرحدوں کو واضح طور پر ظاہر کیا گیا ہے۔

ہندوستان کی محکمۂ سیاسیات کی جانب سے ۱۹۳۷ء ۱۹۳۹ء اور ۱۹۴۲ء کی تمام دستاویزات میں بھی کچھ رن کو علانیہ مغربی ہند کی ریاستی ایجنسی میں شامل بتایا گیا ہے اور کہیں بھی صوبۂ سندھ کا حصہ ظاہر نہیں کیا گیا ہے۔

ہندوستان کی حکومت برطانیہ کی جانب سے ۱۹۱۵ء میں شائع کردہ ہندوستان کے ۳۲ میل کے نقشے اور ۱۹۲۸، ۱۹۳۶، ۱۹۴۵ء میں شائع کردہ ہندوستان کے ۵۰ میل کے نقشوں اور نیز دیگر نقشوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ اور سندھ کی درمیانی سرحدیں متعین اور غیر متنازعہ سرحدیں تھیں۔

۱۹۳۸ء میں برطانوی سرکار کے سروے آف انڈیا کے ایک عہدے دار نے کچھ کی دیسی ریاست اور سندھ کے درمیان کی شمالی سرحد کو "متنازعہ" سرحد بتایا تھا۔ لیکن احتیاط اور باریکی سے جائزہ لینے کے بعد اس اندراج کو غلط قرار دیا گیا اور اس کے بعد کے سال یعنی ۱۹۳۹ء میں ہندوستان کی برطانوی سرکار کے نقشوں کی اشاعت کے ناظم اعلیٰ نے سرکاری احکام جاری کیے کہ "متنازعہ" کا جو لفظ لکھا گیا ہے وہ نقشے سے خارج کر دیا جائے۔ اس طرح پاکستان کی تشکیل ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء سے قبل کی تمام شہادتوں سے صوبۂ سندھ اور کچھ کی درمیانی سرحد کے بارے میں کسی تنازعے کی کوئی گنجائش پیدا نہیں ہوتی۔

پاکستان نے ۱۹۴۸ء میں کچھ رن کے بعض حصوں پر اپنے یک طرفہ اور بے بنیاد دعوے پیش کیے برطانوی سرکار نے سندھ اور کچھ کی درمیانی سرحد کی صاف صاف اور بار بار وضاحت کی ہے اور اس بارے میں کسی تنازعے کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ اسکے باوجود پاکستان کے ان دعووں سے اور پھر اس کی ان حالیہ کوششوں سے کہ اپنے دعووں کو جارحانہ فوجی اقدام کے ذریعے منوایا جائے کوئی تنازعہ فیہ معاملہ صورت پذیر نہیں ہوتا جبکہ کوئی تنازعہ موجود ہی نہیں ہے اسے صرف پاکستان کی علاقائی توسیع کی خواہش سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

دونوں ملکوں کے وزرائے اعظم نے ہند۔ پاک سرحد کا جائزہ لیا تھا اور ۱۹۵۶ء میں ہندوستان اور پاکستان کے وزرائے اعظم نے اس امر سے

۴ آندھرا پردیش جولائی ۱۹۶۵ء

اتفاق کیا تھا کہ ایک فوری معاملے کی حیثیت سے پورے ہندوستان، مغربی پاکستان کی حد بندی کا کام ہندوستان اور پاکستان کے جنرل سرویز کے تفویض کر دیا جائے چنانچہ پنجاب، مغربی پاکستان اور راجستھان۔ مغربی پاکستان کی سرحدوں کی حد بندی کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ لیکن سروے آف انڈیا کی جانب سے متواتر اصرار کے باوجود پاکستان کے سروے ڈپارٹمنٹ نے گجرات۔ مغربی پاکستان کی سرحد کی حد بندی کی جلد از جلد تکمیل کے لیے ایک میٹنگ کے انعقاد اور اس میں شرکت کو بھی ٹال دیا۔ اگر ایسی میٹنگ ہوتی اور پاکستان اس میں شرکت کرتا تو تمام غلط فہمیوں اور کشیدگیوں کا مستقلاً خاتمہ ہو سکتا تھا۔

اسی سے ظاہر ہے کہ پاکستان نقشوں، مسلّمہ دستاویزات اور اعداد و شمار کی بنیاد پر سروے کے ماہرین کی جانچ پڑتال کے آگے اپنے علاقائی دعووں اور بہانہ بازیوں سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہے۔

مسلّمہ اعداد و شمار اور نقشوں کی بنیاد پر ماہرین کی جانچ پڑتال کے آگے اپنے دعووں سے دستبردار ہونے کے بجائے پاکستان اب اپنے ناجائز علاقائی ادعا کو فوجی ذرائع سے منوانا چاہتا ہے۔

۱۲ مئی ۱۹۶۴ء کو پاکستانی حراست رکھنے والے تین اشخاص کو جو کوشش کے قریب کچھ کے ہندوستانی علاقے میں پائے گئے لیکن چونکہ یہ سمجھا گیا کہ وہ بلا ارادہ ہندوستانی علاقے میں بھٹک آئے ہیں، تو امداد کے تحت انہیں رہا کر دیا گیا۔

۲۵ جنوری ۱۹۶۵ء کو ہندوستان کی سرحدی پولیس نے ہندوستانی علاقے کے ڈیڑھ میل اندر کوئی ۱۸ میل کے لمبے علاقے میں پاکستانیوں کی مداخلت کا سراغ لگایا۔ ہندوستان کی سرحدی پولیس کے عہدہ داران لگاتار کوششوں کے بعد پاکستانی پولیس کے عہدہ داروں نے ۵ فروری ۱۹۶۵ء کو اس معاملے پر گفتگو کرنے کے لیے ایک میٹنگ میں شرکت کی۔ تاہم ان کی مداخلت سے پیدا ہونے والے معاملے پر بات چیت کرنے کے لیے وہ آمادہ نہیں ہوئے۔

۱۰ فروری ۱۹۶۵ء کو پاکستان کے فوجی دستوں نے جو لائٹ مشین گنوں، اسٹین گنوں اور رائفلوں سے مسلح تھے کنجر کوٹ کے ہندوستانی علاقے پر قبضہ کر لیا۔ ۱۸ فروری کو ہندوستانی ہائی کمیشن نے پاکستان کی وزارت خارجہ کو ایک احتجاجی یادداشت حوالے کی۔ اس یادداشت میں ہندوستان نے پھر ایک بار اس تجویز کا اعادہ کیا کہ نقشوں میں ظاہر کردہ سرحد کی بنیاد پر سروے کے ماہرین، حد بندی کی غرض سے فوری ملیں اور ہندوستانی علاقے سے پاکستانی فوجیں ہٹائی جائیں تاکہ سابقہ حالت بحال ہو سکے۔

۲۰ فروری کو پاکستان کی وزارت خارجہ نے ہندوستان کو مطلع کیا کہ سروے ماہرین کی میٹنگ کی تجویز ناقابل قبول ہے۔ اس جواب نے پھر ایک بار قطعی طور پر ظاہر کر دیا کہ پاکستان اپنے علاقائی دعووں کو دونوں ملکوں کے سروے ایکسپرٹ کی جانچ پڑتال کے فیصلے پر چھوڑنے کے لیے آمادہ نہیں ہے۔

اور ایسے وقت میں جبکہ ہندوستان اپنی ان کوششوں میں لگا ہوا تھا کہ پاکستان کو بات چیت کے ذریعے اس معاملے کی یکسوئی کے لیے آمادہ کیا جائے پاکستان کی حکومت نے ۹ اپریل کی صبح کو پورے فوجی اہتمام کے ساتھ کسی اشتعال کے بغیر جارحانہ اقدام کا ارتکاب کیا۔ پاکستان کی فوج باقاعدہ کی ۵۱ انفنٹری بریگیڈ کی دو بٹالینوں نے آگے بڑھ کر سردار کی ہند متعلق چوکی پر بھاری سامانِ حرب، ایم۔ این۔ جی۔ ایس اور ۲۵ پونڈ والی بندوقوں کے توپ خانے کی زبردست گولہ باری کے ساتھ حملہ کر دیا۔ ہندوستانی فوج کی بٹالینوں نے ۱۰ اپریل ۱۹۶۵ء کو پاکستانی فوج کی بٹالینوں کو پسپا کر کے دوبارہ سردار چوکی پر قبضہ کر لیا پاکستانی سپاہیوں سے جو دستاویزات اور اسلحہ ہاتھ آئے اُن سے قطعی طور پر یہ چیز متعین ہو جاتی ہے کہ پاکستانی افواج نے مارچ ۱۹۶۵ء کے پہلے ہفتے میں ہی اس غیر مشتعلانہ حملے کے لیے پوری تیاریاں کر لی تھیں۔ ●●

●

نفع اندوزی جرم ہے جس سے عوام کو نقصان پہنچتا ہے

●

سرحد پر پاکستانی حملے

لوک سبھا میں وزیر اعظم کی تقریر

کچھ کی سرحد پر پاکستانی مسلح افواج کے متواتر حملوں سے پیدا ہونے والی صورت حال کے تعلق سے ۲۸ اپریل کو لوک سبھا میں ایک تحریک پیش کرتے ہوئے وزیر اعظم شری لال بہادر شاستری نے کہا:

میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ کچھ کی سرحد پر پاکستان کی مسلح افواج کے بلا اشتعال حملوں کے باعث پیدا ہونے والی صورت حال پر اس ایوان میں غور کیا جائے۔ اس سرحد پر متواتر اور سنگین قسم کے تصادم ہو رہے ہیں۔ ہمارے سپاہی بے مثال بہادری کے ساتھ اپنی سرحدوں کی حفاظت کر رہے ہیں۔ اور میں ان سے کہوں گا کہ یہ ایوان اور اس ملک کے سارے لوگ متحدہ طور پر ان کے ساتھ ہیں اور اپنی علاقائی وحدت کے اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے کسی قسم کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

جس صورت حال سے آج ہم دوچار ہیں وہ بلاشبہ سنگین ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایوان اس بات کا خواہشمند ہوگا کہ ان واقعات کا ایک مربوط جائزہ لیا جائے جو موجودہ حالات پر منتج ہوئے ہیں۔

پچھلے چند ماہ سے مشرق اور نیز مغرب میں ہند پاک سرحد کے مختلف مقامات پر وقتاً فوقتاً پاکستان کی فائرنگ اور تصادم کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمارے سپاہیوں نے ان تمام مقامات پر موثر مدافعتی اقدامات کیے۔ کچھ کی سرحد کا تصادم اس سلسلے کی سب سے تازہ کڑی ہے۔ چند روز پہلے کچھ سندھ سرحد کی ایک چوکی پر پاکستان کے طلایہ گرد دستوں کو نقل و حرکت کرتے ہوئے دیکھا گیا۔ جب ہمارے طلایہ گرد دستوں نے اس کے خلاف چیلنج کیا تو پاکستانی طلایہ گرد دستوں نے یہ دعوے کیا کہ وہ ایک ایسے خط پر نقل و حرکت کر رہے ہیں جو ڈیم ڈینگی کا خط ہے اور پاکستانی علاقے کے اندر واقع ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ پاکستان نے کنجر کوٹ پر قبضہ کر لیا ہے اور وہاں پر ایک چوکی بھی قائم کر دی ہے۔ قواعد [illegible] کے پیراگراف ۸ کے بموجب [illegible] رینجرس کے ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس نے مغربی پاکستان رینجرس کے ڈائرکٹر جنرل سے اس معاملے کو رجوع کیا اور صورت حال پر گفتگو کرنے اور سابقہ حالت کو برقرار رکھنے کے لیے میٹنگ منعقد کرنے کا مطالبہ کیا۔ مغربی پاکستان رینجرس کے ڈائرکٹر جنرل اس میٹنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ لیکن اپنے مقامی کمانڈر کو بھیجا جو [illegible] رینجرس کے ڈپٹی انسپکٹر جنرل سے ملے اور بات چیت ہوئی۔ تاہم اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا اور ہمارے اور پاکستان کے طلایہ گرد دستوں کے درمیان ہنوز جھڑپوں کا سلسلہ جاری ہے۔

۹ اپریل کو صبح سویرے سردار میں ہماری سرحدی چوکی پر زبردست فائرنگ کی گئی۔ اور پھر (۲۵) پاؤنڈر بندوقوں سے توپ خانے کی فائرنگ کرتے ہوئے پاکستان کی باقاعدہ فوج کی دو بٹالینوں نے جن کا تعلق ۵۱ انفنٹری بریگیڈ سے ہے چوکی کی جانب پیش قدمی کی۔ اس حملے کی تفصیلات پر ایوان کے ۱۲ اپریل کو وزیر داخلہ اپنے بیان میں روشنی ڈال چکے ہیں۔ پاکستانی قیدیوں کے پاس سے جو دستاویزات ملی ہیں اور ان قیدیوں سے جرح کے جو نتائج حاصل ہوئے ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حملہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کیا گیا تھا۔ ہماری سرحدی چوکی پر اس حملہ کا منصوبہ پاکستانی فوج نے مارچ کے دوسرے ہفتے میں تیار کیا تھا [illegible] فوجوں کی نقل و حرکت شروع ہوگئی تو [illegible] کو حملہ کرنے کے احکام جاری کیے گئے اور ۹ اپریل صبح سویرے یہ حملہ کیا گیا۔

اس کے بعد سے جیسا کہ ایوان کو علم ہے چیف آف دی آرمی اسٹاف نے سرحد کی فوجی کارروائی کا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لینے کا فیصلہ کیا اور اسی روز شام کو فوجی دستے وگھوکوٹ میں داخل ہو گئے۔ پاکستان کی فائرنگ وقفہ وقفہ سے جاری رہی جس کا جواب ہماری مسلح فوجوں کی طرف سے دیا گیا۔

اس وقت سے پاکستان نے مسلح حملے بڑھتی ہوئی شدت کے ساتھ ہمارے علاقے کے اندر کچھ سندھ کے جنوب میں مختلف مقامات پر جاری رکھے۔ ۲۴ اپریل کی صبح کو ۸۴ پوائنٹ پر ہماری کیمپ پوسٹ

دی گئی اور اس کے بعد پاکستانی انفنٹری نے دیگر اسلحہ کے ساتھ یلغار کی۔ ۲۶ر اپریل کو کی مسلح افواج نے دوبارہ دبابوں اور بکتر بند کے ساتھ بیربیت میں ہماری سرحدی چوکی پر حملے اب بھی جاری ہیں۔

پاکستان کی یہ مسلح کارروائی ایک کھلا ہوا جارحانہ ہے۔ پاکستانی افواج نے ہندوستانی علاقوں میں میل سرحد کے اندر گھس کر ہندوستانی چوکیوں کیے ہیں — اس علاقے پر جس کے بارے میں پاکستان کو اعتراف ہے کہ وہ کبھی اس کے قبضے میں نہیں تھا — معزز اراکین نے پاکستان کے وزیر خارجہ کا ۱۵ر اپریل والا بیان پڑھا ہوگا۔ جس میں نے پاکستان کے موقف کی مدافعت کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

"یاد رہے کہ بنیادی بات یہ ہے کہ یہ جھگڑا اس علاقے کے بارے میں ہے جو اندازاً ۲۴ ویں خط متوازی کے شمال میں واقع ہے یہ جھگڑا اس لیے نہیں کھڑا ہوا ہے کہ سرحد غیر متعین ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ متنازعہ علاقہ ہندوستان کے ناجائز قبضے میں ہے۔"

دوسرے الفاظ میں گویا انھوں نے یہ کہا کہ پاکستان نے ایک ایسے علاقے کو اپنے مسلح حملے کے لیے منتخب کیا جو کبھی پاکستان کے زیر تصرف نہیں اور جس پر پاکستان ہندوستان کے قبضے کو تسلیم کرتا ہے۔

اس طرح پاکستان خود ملزم بن کر سامنے آرہا ہے۔ اس نے حالتِ موجودہ کو بدلنے اور اپنے علاقائی ادعا کو ثابت کرنے کے لیے فوجی طاقت کا استعمال کیا، پاکستان کا یہ عمل نہ صرف اقوامِ متحدہ کے چارٹر کے خلاف ہے بلکہ ۱۹۶۰ء کے ہند پاکستان سرحدی معاہدہ کے ارضی قواعد کے بھی منافی ہے پاکستان کا یہ طریق کار ہمارے علاقے میں ایک صاف اور کھلے ہوئے جارحانہ اقدام کے برابر ہے۔

ایسے وقت میں بھی جبکہ معاملے کو پرامن طریقے پر سفارتی ذریعوں سے طے کرنے کی بات چیت جاری تھی۔ پاکستان نے حسبِ عادت اپنے حملوں میں شدت پیدا کی اور ہماری چوکیوں پر دبابوں اور توپ خانے سے حملے کیے۔

۱۹ اپریل کو معتمد خارجہ نے ہائی کمشنر کو ایک تجویز حوالے کی جس کا لب لباب اسی تجویز کے مماثل تھا جو چند روز قبل پاکستان کے دفتر خارجہ نے کراچی میں ہمارے ہائی کمشنر کے آگے رکھی تھی یعنے پہلے جنگ بندی ہونی چاہیئے اس کے بعد حالتِ سابقہ کے تعین اور بحالی کے لیے سرکاری سطح پر بات چیت شروع ہو اور پھر سرحد کے سوال پر بات چیت کی غرض سے دونوں حکومتوں کے درمیان اونچی سطح کی میٹنگ منعقد کی جائے۔ ۲۴ اپریل کی صبح کو پاکستان کے ہائی کمشنر نے معتمد خارجہ کو ایک متبادل تجویز حوالے کی۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ جنگ بندی کے بعد ہی بعض علاقوں سے جو اُن کی نظر میں متنازعہ فیہ علاقے تھے۔ ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں کی مسلح افواج واپس ہوجائیں لیکن اس سے پیشتر اسی صبح کو اس سے بھی پہلے کہ یہ نئی تجویز حوالے کی گئی پاکستان نے چڈبیٹ کے مغرب میں ۸۴ پوائنٹ پر ایک بریگیڈ کی طاقت کے ساتھ ہماری چوکی پر ایک زبردست حملہ کیا اور گولے برسائے۔

اس پورے دوران میں پاکستان نئے نئے دعوے اور متضاد بیانات پیش کرتا رہا ہے۔ راجکوٹ رینجرس کے ڈپٹی انسپکٹر جنرل اور انڈس رینجرس کے کمانڈنٹ لفٹننٹ کرنل آفتاب علی کے مابین ۵ افروری ۱۹۶۵ء کو جو میٹنگ ہوئی تھی اس میں انھوں نے کہا تھا کہ کنجرکوٹ پر انھوں نے قبضہ نہیں کیا ہے بلکہ کنجرکوٹ کے جنوب کی پٹی تک کے علاقے پر ان کے طلایہ گرد دستے طلایہ گردی کر رہے ہیں اور ان کے بیان کے بموجب یہ پٹی قدیم جنگی کی پٹی ہے جو شوراہی اور ڈینگ سے ملی ہوئی ہے۔ حکومت پاکستان کی یادداشت مورخہ یکم مارچ ۱۹۶۵ء میں جو ہماری ۸ افروری ۱۹۶۵ء کے احتجاجی نوٹ کے جواب میں بھیجی گئی تھی۔ حکومتِ پاکستان نے یہ کہا تھا کہ انڈس رینجرس نے کنجرکوٹ کے قلعے پر قبضہ نہیں کیا ہے۔ لیکن آج نہ صرف یہ کہ کنجرکوٹ کے قلعے پر پاکستان قابض ہے۔ بلکہ اپنے دعوے سے کہیں آگے بڑھ کر چھنگی کی پٹی پر اس کی طلایہ گردی جاری ہے

میں پوری قوت اور وضاحت کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم ان دعووں کو تمام و کمال باطل اور مسترد قرار دیتے ہیں۔ پاکستان کا ادعا ہے کہ رن کچھ کا علاقہ زمین بر سمندری علاقہ ہے۔ لہٰذا اس علاقے کے نصف حصے پر پاکستان کا حق ہے۔ یہ ادعا قطعاً قابل قبول نہیں۔ رن کچھ کا علاقہ ہرگز زمین بر سمندری علاقہ نہیں ہے۔ اور کبھی بھی اس حیثیت سے اُسے تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ پاکستان کے بننے سے بہت پہلے ۱۹۰۶ء میں حکومتِ برطانیہ نے سرکاری طور پر فیصلہ کیا تھا کہ رن کچھ کو ایک "جھیل" یا "زمین بر سمندری علاقہ" کہنے کے بجائے "دلدل" کہنا زیادہ صحیح ہوگا۔ اور یہ ایک غیر متنازعہ فیہ بات ہے کہ رن کچھ ایک "دلدل" ہے۔ اپنی تمام خصوصیات کے اعتبار سے وہ دلدل ہے جہاں کثرت سے دلدل میں اُگنے والی گھاس اُگی ہے۔ ہوتا صرف یہ ہے کہ مانسون کے زمانے میں بحر عرب کی تیز ہواؤں اور تند موجوں کی وجہ سے اس نشیبی علاقے میں سمندر کا پانی بھر جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مانسون کے زمانے میں بھرپور بہتے ہوئے دریاؤں کا تازہ پانی بھی اس علاقے میں داخل ہوجاتا ہے۔ چنانچہ وسط مئی سے ختم اکتوبر تک یہ علاقہ پانی میں غرق رہتا ہے۔ اور سال کے باقی دنوں میں اس کا بڑا حصہ خشک اور کچھ حصہ دلدل کی شکل میں باقی رہتا ہے۔

پاکستان کے دعوے اس تاریخی حقیقت سے عاری ہیں کہ اگرچہ کچھ سندھ سرحد کی حدبندی

۱۰ مئی ۱۹۶۵ء ے

ہوئی ہے۔ لیکن نقشوں میں اس کی بخوبی وضاحت کی گئی ہے۔ فی الحقیقت اُسے اچھی طرح سے تسلیم کیا جا چکا ہے۔ ہندوستان کی تقسیم سے قبل کچھ سندھ کی سرحد برطانوی ہند کے صوبۂ سندھ اور کچھ کی ہندوستانی ریاست کو الگ کرتی تھی، چوں کہ اس وقت وہ کوئی بین قومی سرحد نہیں تھی اس لیے اس کی حد بندی کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی تاہم ۱۸۸۲ء سے لے کر ۱۹۴۳ء تک اور اس کے بعد کے بھی تمام سرکاری نقشوں میں اس سرحد کا واضح تعین موجود ہے اور یہ ایک مستقل اور مسلمہ سرحد ہے۔ ہندوستان کی تقسیم سے قبل کے ۷۵ برس سے زیادہ عرصے پر حاوی سرکاری دستاویزات میں بھی اس سرحد کا بیان تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء سے قبل غیر منقسم ہندوستان کے سرکاری نقشوں میں جس سرحد کو ظاہر کیا گیا ہے اس کے بارے میں اب کوئی سوال نہیں اٹھایا جا سکتا۔

جب سے یہ حالیہ مداخلتیں شروع ہوئی ہیں حکومت ہند نے بار بار پاکستان کے آگے یہ تجویز رکھی ہے کہ اس مسئلے کی یکسوئی کے لیے مقامی عہدیدار بات چیت کریں اور اونچی سطح پر بھی بات چیت کی جائے۔ مثال کے طور پر ہم نے حکومت پاکستان کے آگے یہ تجویز رکھی تھی کہ دونوں ملکوں کے عام سروے کرنے والے عہدے دار حد بندی کے مسئلے پر بات چیت کرنے کے لیے ملیں۔ پاکستان نے انکار کر دیا۔ ہم نے پاکستان کو قواعد اراضی کی یاددہانی کی اور یہ تجویز رکھی کہ سابقہ حالت کی برقراری کے لیے دونوں ملکوں کے مقامی کمانڈروں کی ملاقات مناسب ہوگی۔ ہم نے اپنے ۸ فروری والے نوٹ میں یہ تجویز بھی رکھی کہ پاکستان جس سطح پر بھی مناسب سمجھے دونوں حکومتوں کے نمائندوں کی میٹنگ منعقد کی جائے اور بعد میں ایک سے زائد بار اپنی اس تجویز کا اعادہ کیا۔ لیکن ہماری ان تمام کوششوں کے باوجود پاکستان کی جانب سے کوئی مناسب جواب نہیں ملا۔

۱۴ اپریل ۱۹۶۵ء کو حکومت پاکستان نے تین مرحلوں کی ایک تجویز پیش کی (۱) جنگ بندی (۲) سابقہ حالت کیا تھی اس کی بحالی کے لیے ایک بین حکومتی میٹنگ (۳) ایک اونچی سطح کی میٹنگ۔ حکومت ہند نے اس کے دوسرے ہی روز یعنی ۱۵ اپریل کو اپنے ہائی کمشنر کو ان تجاویز کو قبول کرنے کا مجاز گردانا لیکن سخت افسوس کا مقام ہے کہ حکومت پاکستان بعد میں خود اپنی ان تجاویز سے منحرف ہو گئی۔

۱۸ اپریل کو حکومت ہند نے اس بات کا ادعا کیا کہ جنگ بندی کی تجویز کو قبول کر لیا جائے۔ اس تجویز کو قبول کرنے کے بجائے ۲۳ اپریل کو حکومت پاکستان نے یکسر ایک نیا فارمولا پیش کر دیا جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ جس کا منشا یہ تھا کہ اس علاقے سے جسے پاکستان یک طرفہ طور پر متنازعہ علاقہ قرار دیتا ہے لیکن در حقیقت جو قطعاً متنازعہ علاقہ نہیں ہے بلکہ تمام تر ہمارا علاقہ ہے ہندوستانی فوجوں کو ہٹا لیا جائے۔ اس کے بعد سے پاکستان مسلسل اپنے اس مطالبہ پر اصرار کر رہا ہے۔ پاکستان کے اس رویّے کا صاف مطلب ہماری اُن تمام کوششوں کو مسترد کر دینا ہے جو ہم جنگ و جدال سے بچنے کے لیے کر رہے تھے۔

جناب والا! میں نے کچھ تفصیل کے ساتھ یہ سارے واقعات اس لیے بیان کیے ہیں تاکہ پاکستان کے جھوٹے دعوؤں اس کے مفسدانہ منصوبوں اور ہمارے خلاف پاکستانی افواج کے بے رحمانہ اور بے شرمانہ استعمال کی ایک مکمل تصویر ایوان کے سامنے آ جائے۔

کھلی بات ہے کہ پاکستان کے اس ہیجانی رویّے کا ایک بنیادی سبب ہندوستان کے خلاف وہ نفرت ہے جو پاکستانی لیڈروں، پاکستانی صحافت اور پاکستان کے فرقہ پرست جنونیوں نے پچھلے بیس برسوں کے اندر اپنے نظام حیات کے رگ و پے میں جاری و ساری کر دی ہے۔

جن واقعات کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے انھوں نے ہم کو بے انتہا فکر و تشویش میں ڈال دیا ہے۔ حصولِ آزادی کے بعد سے آج تک ہندوستان ہمیشہ امن، بین قومی دوستی اور خیر سگالی کا علمبردار رہا ہے۔ امن سے ہندوستان کو بہت گہرا تعلق خاطر ہے۔ کیوں کہ ہم اپنے دیس کے کروڑوں عوام کے معیار زندگی کو اونچا کرنے پر اپنی تمام توجہات مرکوز کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے اپنے محدود وسائل کے استعمال میں ہمیشہ معاشی ترقی کے منصوبوں اور پروجیکٹوں کو اولیت دی ہے۔ لہٰذا ان سب لوگوں پر جو حالات کا جائزہ معروضی نقطۂ نظر سے لینے پر آمادہ ہوں، یہ بات روشن ہونی چاہیے کہ ہندوستان کو سرحدی تنازعے کے بھڑکانے اور جنگ کی فضا پیدا کرنے سے کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی۔

لیکن ہمارے پڑوسیوں —— یعنے چین اور پاکستان نے ہندوستان کے خلاف جارحانہ عناد کا رویہ اختیار کر رکھا ہے اور حال ہی میں دونوں نے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے خلاف گٹھ جوڑ کر لیا ہے۔ ایسے حالات میں یہ بات واضح ہے کہ حکومت کا کیا فریضہ ہے، اپنے اس فریضے کو حکومت پوری طرح سے اور مؤثر طور پر انجام دے گی۔ ملک کے تمام انسانی اور مادی وسائل ہم اپنی سرحدوں کے تحفظ اور اپنی علاقائی سالمیت کی حفاظت میں لگا دیں گے۔ میں جانتا ہوں کہ ہندوستان کے ۴۸ کروڑ باشندوں میں سے ہر فرد آج اپنی دھرتی ماتا کی مدافعت میں ہر قسم کی قربانی دینے پر تیار ہے۔ جب تک بھی ضرورت پڑے ہم غربت کی زندگی بسر کرنے پر تیار ہیں لیکن کسی حال میں ہم اپنی آزادی کو قربان نہ ہونے دیں گے۔

وہ خاص سوال جس پر ہمیں غور کرنا ہے، میرا مطلب ہے نہ صرف حکومت کو بلکہ اس ایوان کو اور پورے ملک کو وہ یہ ہے کہ ہمیں اب کون سا طریق کار اختیار کرنا چاہیے۔ کس راستے پر چلنا چاہیے؟ ہم امن کے راستے پر چلنے کو تیار ہیں لیکن ہم تنہا ایسا نہیں

ندوستانی ہوائیہ کے ہواباز فلائنگ افسر یو۔ بار برا
جنہوں نے کچھ کے علاقے میں پاکستان کی جانب
سے استعمال کئے جانے والے پٹن دبابوں کی
تصویریں لیں۔

ایک پاکستانی پٹن دبابہ جسکی تصویر کچھ کے علاقہ میں
بیرابٹ اور پائنٹ ۸٤ کے درمیان ہندوستانی علاقہ میں لی
گئی۔ یہ دبابہ دبابوں کے اس دستے میں شامل تھا جو موٹر
وھیکلس کو لئے جا رہا تھا۔

ھ رن کے دلدلی اور رتیلے علاقہ سے ملا ہوا وہ حصہ
ہاں کسی استعمال کے بغیر پاکستانی مسلح اور باقاعدہ
افواج کے مقابلے میں ہمارے فوجی سپاہی مدافعت
کررہے ہیں۔ اس تصویر میں ہمارے طلایہ گرد
دستے ایک ریتلی پٹی کے تعلق سے بات چیت
کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں

دو پٹن پاکستانی دبابے جن کی تصویر ہندوستانی ہوائیہ کے فلائنگ افسر یو۔ یار برارے باریٹ اور پائنٹ ۸٤ کے درمیان رن کچھ کے اس علاقہ میں لی جو ہندوستانی علاقہ ہے۔ یہ دونوں دبابے پاکستان کے اس فوجی دستے میں شامل تھے جو موٹر وھیکلس لے جا رہا تھا۔ اور جس کا پتہ پائیلٹ باربرا نے چلا یا تھا جیسے ہی ہندوستانی ہوائیہ کے طیارے ان کے اوپر سے پرواز کی پاکستانی سپاھی بھاگ کر روپوش ہوگئے۔ تصویر میں ایک پاکستانی سپاھی تصویر کی بائیں جانب ریتی میں اپنے آپ کو چھپاتا ہوا نظر آتا ہے

پونا کے آرمی کیڈٹ کالج میں جہاں منتخب جوانوں کو افسر بنانے کے لئے تربیت دی جاتی ہے باہر جانے کی ٹریننگ پر بہت زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ اس تصویر میں کیڈٹوں کا ایک گروپ نظر آرہا ہے جو اپنے خیموں کے قریب آرام کر رہا ہے یہ خیمے کھلے مقامات پر ٹھہرنے کے لئے وہ خود اپنے ہاتھ سے [illegible]

اس تصویر میں آپ کو وہ کیڈٹ نظر آئینگے جو ایک ندی کا پل پار کر رہے ہیں اور یہ پل رسیوں اور لکڑیوں سے خود انہوں نے بنایا ہے

سیر و تفریح کے مقامات ـ ۲

کشمیر جنت نظیر

درہ بانہال کے قریب

سری نگر کا ٹورسٹ انفارمیشن سنٹر

ت جموں و کشمیر ہندوستان کے انتہائی شمال میں واقع ہے
کا رقبہ ۸٤۷۷۱ مربع میل ہے جو برطانیہ عظمیٰ کے رقبہ سے
کم ہے ـ یہ ریاست تین تہذیبی وحدتوں پر مشتمل ہے ـ
، لداخ اور وادی کشمیر ـ اس کے دو بڑے شہر جموں اور
گر ہیں جو علی الترتیب ریاستی حکومت کے گرمائی اور سرمائی
رہتے ہیں ـ

ڈل جھیل

ابروی کا پیلیس ہوٹل

نیڈوس ہوٹل ـ سری نگر

شالیمار، نشاط سے اور دو میل آگے واقع ہے یہ بڑی مغلوں کے زمانہ کا ایک مشہور باغ ہے جسے شہنشاہ جہانگیر نے بنوایا تھا۔ دن کی دھوپ ہو یا راتوں کی چاندنی یہ روح پرور باغ جہاں گلابوں کے جھنڈ میں جہانگیر اور اس کی محبوبہ نور جہاں ٹہلا کرتے تھے۔ ہر جمالیاتی ذوق رکھنے والے کی نظر کو اپنی طرف کھینچتا ہے

وہ مرتفع میدان جس میں دریائے جہلم بہتا ہے کشمیر کی رنگین وادی ہے۔ جو تقریباً ۸۴ میل لمبی اور ۲۰ تا ۲۵ میل چوڑی ہے۔ سمندر سے اس کی بلندی ۵۲۰۰ فٹ سے ایک ۶۰۰۰ فٹ تک ہے۔ وادی کشمیر کے شمال میں عظیم الشان ہمالیہ پہاڑ واقع ہے جس کے متعدد متوازی سلسلوں میں نگا پربت وسط میں آتا ہے جو سطح سمندر سے ۲۶۶۶۰ فٹ بلند ہے۔ ماؤنٹ گوڈون آسٹن ۲۸۵۰۰ فٹ کے ساتھ قراقرم کا سلسلہ کوہ جو وادی کشمیر کے شمال میں چلا گیا ہے اپنی بلندی اور شان و شوکت کے اعتبار سے ماؤنٹ ایورسٹ کے دوسرے درجہ پر ہے۔

کشمیر کا نام ست کشیپا کے نام سے نکلا ہے۔ جس نے داستانوں کے بموجب بارا مولا کے قریب پہاڑ کو تراش کر ایک شگاف پیدا کیا تھا جس سے ایک وسیع جھیل کا پانی بہہ نکلا تھا جس نے وادی کو رہائش کے قابل بنادیا۔ امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ وادی کشیپ «کشیپ مار» بن گئی اور پھر اسکا نام کشمیر پڑ گیا۔
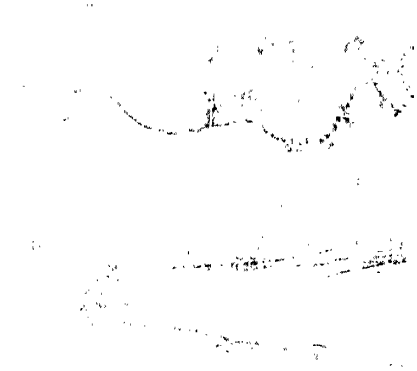
پہلگام: لڈر کا یہ گوہر آبدار سڑک کے راستے سرینگر سے ٦٠ میل کے فاصلہ پر ہے سطح سمندر سے اسکی بلندی ٧٢٠٠ فٹ ہے - پورے کشمیر میں یہ سب سے خوبصورت مقام ہے - پہلگام سے بلند پہاڑوں کے مناظر بہت اچھی طرح نظر آتے ہیں - جیسے سنسار ، شیشی ناگ ، امرناتھ کا غار تارسار ، ارو ، لڈر واٹ اور کولاہوی گلیشیر دریائے لڈر میں مچھلی کے شکار کی سب سے اچھی شکار گاہ ہے -

تاریخ کے دور آغاز سے ہی کشمیر ہندوستان کا حصہ رہا ہے اشوک نے تیسری صدی ق-م میں کشمیر میں بدھ مت کو پھیلایا اور کئی صدیوں تک بدھ مت اور ہندو مت دونوں ساتھ ساتھ یہاں فروغ پاتے رہے اور اس دوران میں متعدد دیول اور خانقاہیں تعمیر ہوئیں کشمیر کے عظیم حکمرانوں میں للت دتیا نامی ایک حکمران گزرا ہے جس نے آٹھویں صدی عیسوی میں مارتنڈ کا مشہور مندر تعمیر کروایا - اکبر نے ١٥٨٦ ع میں کشمیر کو فتح کیا - اور کئی بار کشمیر گیا - اکبر کے جانشین مغل شہنشاہوں ، جہانگیر اور شاہجہاں بھی اس حسین اور روح پرور سرزمین کے شیدا تھے انھوں نے یہاں کی وسیع ڈل جھیل کے اطراف کئی باغ لگوائے -

جہانگیر سے جب کہ وہ بستر مرگ پر تھا یہ سوال کیا گیا کہ اسکی آخری خواہش کیا ہے تو اسنے کہا -

« کشمیر ——— اور کچھ نہیں »

مزدور اپنے کام پر جا رہے ہیں

ویر ناگ دریائے جہلم کا منبع

موسم بہار میں آنے والے سیاح
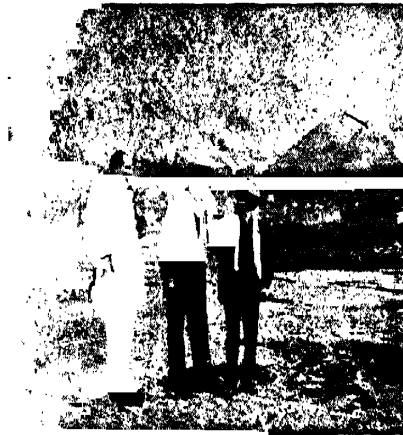
کشمیری لڑکے

برف پوش پہاڑ

ایک نو عمر سیاح

سری نگر کی ایک سڑک

جھیل ڈل کے کنارے

پیلس ہوٹل میں شام کی چاء

چشمہ شاہی: سری نگر سے $5\frac{1}{2}$ میل کے فاصلہ پر جھیل ڈل کے ایک پہاڑ کے دامن میں واقع ہے - اس کے اطراف میں ایک چھوٹا سا باغ ہے جسے شاہ جہان بادشاہ نے بنوایا تھا - یہاں سے جھیل ڈل اور اس کے نواح کا منظر بہت خوبصورت دکھائی دیتا ہے - اس چشمہ کے پانی کی یہ شہرت ہے کہ اس میں صحت بخش اجزاء شامل ہیں -

پہلگام

کشمیر — محبوبہ فطرت ۔ وادی کشمیر صحیح معنوں
لوں ، پھولوں ، آبشاروں اور چشموں کی وادی ہے جسے
یر نے " سرزمین کوثر و تسنیم " کا نام دیا تھا ۔ یہاں پھل
سے پیدا ہوتے ہیں اور بڑی مقدار میں برآمد کئے جاتے ہیں ۔
ے سیب خوبانی ، چری ، شفتالو ، آلوچہ ، اخروٹ اور بادام
کے خاص پھل ہیں ۔ جب یہاں موسم گرما آتا ہے تو اپنے
کیف و رنگ کا سیلاب لاتا ہے ، ساری وادی پھولوں سے
جاتی ہے ۔ خاص طور پر گھنٹی کی شکل کے نیلے پھول
) پیلے اور آبی رنگ کے نازک نازک نرگس کے پھول ،
، اور سفید بادام کے شگوفے ۔ گہرے پیلے رنگ کے رائی کے
قرمزی رنگ کے گل کوکنار اور پیلے اور ارغوانی رنگ کے
ن کے پھول یہاں کثرت سے ہوتے ہیں ۔ ان خوبصورت اور
فزا پھولوں کی بدولت ایک ایسا سماں پیدا ہوجاتا ہے جسے
ظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا ۔ کشمیر کی سیر و سیاحت کے
بہار کا موسم بہترین موسم ہے ، اس موسم میں فطرت آپکو
ت نظارہ دیتی ہے ۔ اور فطرت کے بہترین تحفے پھول ، پھل ،
ے ہوئے چشمے اور صنوبر اور چنار سے بھرے ہوئے صحرا ،
کے لئے سامان کیف و نشاط فراہم کرتے ہیں ۔

یہاں آپ کو رنگ برنگ کے خوبصورت پرند بھی ملتے
۔ جیسے رام چڑیا ، سنہرے اور بول (ایک پرند جسکے پر
ہ اور زرد ہوتے ہیں) ھد ھد ، لال مینا اور مختلف قسم کی
ں ۔

میر کے گورے اور بلند قامت لوگوں کے قد و خال بڑے دلکش
ے ہیں ۔ بردباری اور مہمان نوازی ان کی فطرت میں شامل ہے ۔
میر کی عورتیں بہت خوبصورت بھی ہوتی ہیں اور بڑی محنتی بھی
عام طور سے گہرے نیلے اور سبز رنگ کے فران پہنتی ہیں ۔
ن عید اور تہوار کے موقعوں پر ان کے گانے اور ناچ ، جنت نظیر
وس گوش کی سامان بہم پہنچاتے ہیں اور کشمیر کی سیاحت
نے والے برسوں انہیں بھلا نہیں سکتے ۔

تصاویر از مدیر اعلیٰ

کر سکتے۔ پاکستان کو بھی اپنی جنگی قسم کی سرگرمیوں سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کرنا ہوگا۔ اگر وہ اس پر آمادہ ہوتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ بات چیت کے ذریعے اس اصولی سی بات کا تصفیہ نہ ہو سکے کہ سابقہ صوبۂ سندھ اور ریاست کچھ کی سرحد کیا تھی اور اب ہندوستان و پاکستان کی سرحد کیا ہے۔ یہ کسی معاملے کی یکسوئی سے زیادہ حقائق کو معلوم کرنے کا سوال ہے دونوں جانب کے ماہرین یہ کام انجام دے سکتے ہیں لیکن یہ سب کچھ اسی وقت ممکن ہے کہ فوراً جنگ بند ہو اور سابقہ حالت کو بحال کر دیا جائے۔

میں ایوان کو بتانا چاہتا ہوں کہ کچھ کی سرحد پر پاکستان کو بہت سی سہولتیں حاصل ہیں۔ اس کے برخلاف ہمارے سپاہی اُن علاقوں کی چوکیوں پر قابض ہیں جو بہت جلد پانی میں ڈوب جائیں گے اور ان علاقوں سے لازماً ہٹنا پڑے گا۔ اگر پاکستان نے اسی طرح نامعقولیت سے کام لیا اور اپنی جارحانہ سرگرمیوں پر اڑا رہا تو ہماری فوج اپنے ملک کی مدافعت کرے گی۔ اور جس طرح بھی وہ مناسب سمجھے گی اپنا مدافعتی منصوبہ بنانے اور اسلحہ اور انسانی طاقت کو استعمال کرنے کا فیصلہ کرے گی۔ جو ملک ہمارے دوست ہیں اس بات پر مصر ہیں کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے جنگ بندی سے اتفاق کر لینا چاہیئے۔ ہم ان اپیلوں کی پذیرائی کیلئے تیار ہیں لیکن اسی کے ساتھ مجھے ایوان سے یہ کہنا ہے کہ تبادل صورت کے لیے بھی ہمیں تیار رہنا چاہیئے

مسٹر اسپیکر! میں نے بہت غور و خوض کے بعد اور ذمہ داریوں کے پورے شعور کے ساتھ یہ سب کچھ کہا ہے۔ یہ وقت ہماری تاریخ کا اہم اور تقدیر ساز وقت ہے۔ مجھے اس کا احساس ہے کہ تاریخ کے اس دور اہے پر ہندوستان و پاکستان دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے ہیں، اور معقولیت، سمجھ بوجھ، امن اور ہم آہنگی کا راستہ بھی ہمارے سامنے ہے۔ آج بھی جبکہ ہماری پولیس اور ہماری فوج فریق مخالف کی بھاری افواج کے مقابلے میں قابل تعریف ہمت و دلیری کے ساتھ اپنے دیس کی مدافعت کر رہی ہے۔ ہم نے امن کے راستے کو ترک نہیں کیا ہے۔ لیکن اس راستے پر ہم تنہا قدم نہیں بڑھا سکتے۔ دوستی اور امن کے لیے فریقین کی آمادگی ضروری ہے۔

میری دلی خواہش ہے کہ ایسی منزل پر ہم نہ پہنچ جائیں کہ پھر وہاں سے واپسی کا کوئی سوال باقی نہ رہے۔ مجھے امید ہے کہ اب بھی پاکستان خود اپنی ۱۲ اپریل والی تجویز کے بموجب جنگ بندی پر آمادہ ہو جائے گا۔

میں جانتا ہوں کہ آج ہر ہندوستانی اپنے آپ سے صرف یہ ایک سوال کر رہا ہے کہ وہ اپنے دیس کے لیے کیا خدمت انجام دے سکتا ہے اور ملک کی علاقائی سالمیت اور آزادی کی حفاظت کی قومی مساعی میں اپنا کیا حصہ ادا کر سکتا ہے۔

اُن سے اور اپنے تمام عوام سے میری اپیل ہے کہ، آپ جہاں کہیں بھی ہوں اور جو بھی آپ کا پیشہ ہو پوری لگن سے اپنے کام میں لگے رہیئے۔ اپنی بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کیجئے اور بے غرضی کے ساتھ ملک کی خدمت انجام دیجئے۔ وقت کی سب سے اہم ضرورت قومی اتحاد ہے۔ صرف زبانی اتحاد نہیں بلکہ دلی اتحاد۔ سارے ہندوستانیوں کو خواہ کسی عقیدے یا پیشے سے ان کا تعلق ہو ایک دوسرے سے قدم ملا کر کھڑا ہونا چاہیئے اور ہر قسم کی سختی اور قربانی کو برداشت کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیئے۔ ہم میں پھوٹ ڈالنے والے کسی خیال کو بھی ہمیں اپنے پاس پھٹکنے نہیں دینا چاہیئے۔ آیئے ہم سب مل کر ڈسپلین کے ایک نئے احساس اور ملک کی آزادی اور یک جہتی کے بھرپور جذبے اور لگن کے ساتھ کام کریں۔

معزز ایوان سے اس گزارش کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں کہ اس اہم اور نازک موقع پر وہ دل و جان سے حکومت کی بھرپور تائید کرے۔

●●

☆

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسدؔ

عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

غالب

☆

فتح کے لیے عزم عمل

نریش کمار شاد

عالمِ خیال میں —

میر تقی میر سے انٹرویو

شاد: میر صاحب قبلہ! میرا یہ کہنا کہ میں آپ کی شاعری سے بہت متاثر ہوں مجھے خود ہی مضحکہ خیز معلوم ہو رہا ہے۔ آخر کون ہے جو آپ کی شاعری سے متاثر نہیں ہے۔ آپ کی شاعری نے تو ہر دور میں کم و بیش ہر شاعر کو متاثر کیا ہے۔ آپ کی شاعری کا جادو کس کے سر پر چڑھ کر نہیں بولا بلکہ جوں جوں زمانہ گزر رہا ہے آپ کی شاعرانہ مقبولیت میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ اس تمہید کا مقصد یہ ہے کہ میں آپ سے انٹرویو لینا چاہتا ہوں۔

میر: مجھ کو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب میں نے
درد و غم کتنے کیے جمع تو دیوان کیا

شاد: اس میں کیا شک ہے حضور! آپ کی شاعری میں احساسات درد و غم کے چشمے بہہ رہے ہیں۔ آپ کو دنیا سے گئے ہوئے ڈیڑھ سو سال سے زیادہ گزر چکے ہیں لیکن آپ کی شاعری آج بھی تازہ و شگفتہ معلوم ہوتی ہے تو کیا آپ کے خیال میں آپ کے شعروں کی دلکشی کا راز انھیں پر درد اور غمناک احساسات میں مضمر ہے۔

میر: کیا جانوں، دل کو کھینچے ہیں کیوں شعر میر کے
کچھ طرز ایسی بھی نہیں، ایہام بھی نہیں

شاد: جہاں تک میں سمجھتا ہوں آپ کے شعروں کی بے پناہ دلکشی کا باعث یہ ہے کہ آپ کے دل میں سچی محبت کی آگ روشن ہے۔ آپ کے شعروں میں دلی خلوص کی فراوانی ہے اور آپ کا غم محض ذاتی یا انفرادی نہیں بلکہ کائناتی یا عصری ہے۔

میر: اس پردے میں غمِ دل کہتا ہے میر اپنا
کیا شعر و شاعری ہے یارو شعارِ عاشق

شاد: چلئے صاحب یوں ہی سہی تو شعر و شاعری کی بجائے فی الحال عشق ہی کے متعلق کچھ بتلایئے۔ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ عشق کی دولت آپ کو ورثے میں ملی ہے۔ آپ نے خود بھی تو لکھا ہے کہ جب آپ کمسن تھے اور آپ کے والدِ محترم آپ کو گلے سے لگاتے تھے یہی تلقین کرتے تھے کہ بیٹا! عشق اختیار کرو بے عشق زندگی وبال ہے اور عشق میں دل کو کھونا اصل کمال ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہے وہ عشق ہی کا ظہور ہے — یہ فرمایئے کہ طریقِ عشق میں آپ کی رہنمائی کس نے کی۔

میر: طریقِ عشق میں ہے رہنما دل
پیمبر دل ہے، قبلہ دل، خدا دل

شاد: اور آپ کے عشق کی منزل کیا تھی حضرت!

میر: ہر قدم پر تھی اس کی منزل لیک
سر سے سودائے جستجو نہ گیا

شاد: اور آپ کے عشق کا انجام کیا ہوا؟

میر: آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم
ہو گئے خاک انتہا یہ ہے

شاد: اچھا یہ فرمایئے کہ کیا آپ کے خیال میں ہر شاعر کو آپ ہی کی طرح عشق کے آزار میں مبتلا ہو جانا چاہیئے۔

میر: لگانا دل کو کہیں کیا سنا نہیں تو نے
جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا

شاد: جی ہاں بجا فرمایا آپ نے۔ اس عشق کے ہاتھوں تو آپ کو رسوائی اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کی وجہ سے تو عزیز و اقربا آپ کے درپے آزار ہو گئے اور اس نے تو آپ کو سودائی تک بنا دیا — اور ہاں اپنی غزلوں میں آپ نے بعض رندانہ اشعار بھی تو کہے ہیں جیسے

جامہ ہی دوش پہ ہے یں ہمارا نہیں گیا
دستار در رخت سب گرو جام کر چکے

—

موسمِ گل میں توبہ کی تھی واعظ کے میں کہنے سے
اب جو رنگ بہار کے دیکھے شرمندہ ہیں ندامت ہے

—

سایۂ گل میں سب جو یہ گلابی رکھو
ہاتھ میں جام کو لو آپ کو بدنام کرو

—

مستی میں لغزش ہو گئی معذور رکھا چاہیئے

اے اہلِ مجلس اس طرف آیا ہوں میں بہکا ہوا

رکھو آزردہ مئے فام کی کر و گفتگو خطِ جام کی
کہ سیاہ کاروں سے حشر میں نہ حساب ہے نہ کتاب ہے

اور آپ کی اس غزل کے تو تمام اشعار ہی شراب میں ڈوبے ہوئے ہیں جس کی ردیف ہے "میں نشے میں ہوں" —— کیا آپ واقعی شراب پیتے تھے؟

میر: عمر بھر ہم رہے شرابی سے
دلِ پُرخوں کی اک گلابی سے

شاد: یہ تو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ کی زندگی مصیبتوں کی ایک نامختتم داستان ہے آپ نو دس برس ہی کے تھے جب آپ کے منہ بولے باپ اور سرپرست امان اللہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ایک سال بعد باپ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا اور آپ کے بڑے بھائی محمد حسن کا سلوک تو تھا ہی سوتیلے بھائیوں جیسا۔ بہرحال اپنی زبان سے فرمائیے کہ آپ نے زندگی کیوں کر بسر کی بلکہ اپنے الفاظ میں زندگی کیوں کر کاٹی؟

میر: کیا کروں شرحِ خستہ جانی کی
میں نے مر مر کے زندگانی کی

شاد: اور یہ بھی مجھے معلوم ہے کہ دس گیارہ برس ہی کی عمر میں آپ کو اپنے وطن آگرے کو خیرباد کہہ کر دہلی میں سکونت اختیار کرنی پڑی۔ اس وقت دلی کیسی تھی میر صاحب!

میر: دلی کے نہ تھے کوچے اوراقِ مصور تھے
جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی

شاد: اور دہلی میں جب آپ تھے تو نادر شاہ نے حملہ بھی تو کیا تھا اور دلی والوں کا قتلِ عام ہوا تھا۔ مغلیہ خاندان کے زوال اور بربادی اور دہلی کی غارت گری کے مناظر تو آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہوں گے۔ ان مناظر سے متاثر ہو کر ظاہر ہے کہ آپ نے کئی شعر بھی کہے ہوں گے۔ ان میں سے کوئی شعر اس وقت یاد ہو تو فرمائیے۔

میر: شہاں کہ کحلِ جواہر تھی خاکِ پا جن کی
انہیں کی آنکھوں میں پھرتی سلائیاں دیکھیں

شاد: آپ جب دنیا میں تھے تو آپ کی صحبت زیادہ تر کن لوگوں سے رہتی تھی؟

میر: صحبت کسو سے رکھنے کا اس کو نہ تھا دماغ
تھا میر بے دماغ کو بھی کیا ملا دماغ

شاد: آپ کے خیال میں اس بے دماغی کی وجہ کیا تھی؟

میر: رہی نگفتہ مرے دل میں داستاں میری
نہ اس دیار میں سمجھا کوئی زباں میری

شاد: جیتے جی آپ تو غم زدہ ہی رہے لیکن کیا آپ کا کوئی دوست زندہ دل بھی تھا یا نہیں؟

میر: یا روئے یا رُلائے اپنی تو یوں ہی گزری
کیا ذکر ہم صفیراں یارانِ شادماں کا

شاد: اپنے ہم عصر شاعروں میں کون کون سے شاعر آپ کو خاص طور پر پسند ہیں؟

میر: کسو کی بات نے آگے مرے نہ پایا رنگ
دلوں میں نقش ہے میری سخن طرازی کا

شاد: اس میں کیا شک ہے میر صاحب —— آپ کی پیروی تو بہت سے شاعروں نے کی اور اب تک کر رہے ہیں مگر وہ بات کہاں اولی مدن کی سی۔

میر: برسوں لگی رہی ہیں جب مہر و مہ کی آنکھیں
تب کوئی ہم سا صاحب، صاحب نظر بنے ہے

شاد: آپ کی شاعرانہ فضیلت کا اعتراف آپ کے ہم عصر سودا نے یہ کہتے ہوئے کیا ہے۔
سودا تو اس زمیں میں غزل در غزل ہی لکھ
ہونا ہے تجھ کو میر سے استاد کی طرف

اور ناسخ نے آپ کی استادی کو اس طرح تسلیم کیا ہے
شبہ ناسخ نہیں کچھ میر کی استادی میں
آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہیں

غالب نے بھی ناسخ کی تائید کرتے ہوئے کہا ہے۔
غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقولِ ناسخ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہیں

اور ذوق دہلوی نے آپ کی شاعری کے بارے میں یوں اظہارِ خیال کیا ہے
نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

آپ فرمائیے۔ اپنے کلام کے متعلق آپ کی اپنی رائے کیا ہے

میر: جانے کا نہیں شور سخن کا مرے ہرگز
تا حشر جہاں میں مرا دیوان رہے گا

شاد: بلاشبہ میر صاحب! بلاشبہ۔ لیکن یہ کیا بات ہے کہ کہیں تو آپ فرماتے ہیں کہ میرا روئے سخن عوام کی طرف ہے۔
شعر میرے ہیں گو خواص پسند
پر مجھے گفتگو عوام سے ہے

اور کہیں آپ کہتے ہیں کہ شاعری بزازوں یا ندافوں کا کام نہیں ہے بلکہ "شریفوں" کا حصہ ہے۔
نکتہ پردازی سے اجلافوں کو کیا
شعر سے بزازوں ندافوں کو کیا

میر: سہل ہے میر کو سمجھنا کیا
ہر سخن اس کا اک مقام سے ہے

شاد: نہایت ذاتی قسم کا سوال پوچھنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ آپ نے اپنی تعلیم کہاں تک حاصل کی۔

(سلسلہ صفحہ ۲۴ پر پڑھیے)

ڈاکٹر عبدالودود

لالہ رُخ کا اسلوب

اُردو کے افسانوی ادب سر ٹامس مور کی تصنیف لالہ رُخ کا ترجمہ ایک اہم کامیاب اضافہ تھا۔ جب لالہ رُخ کا ترجمہ کیا گیا اس وقت اردو نثر پہ ادب لطیف کا رنگ چھایا ہوا تھا۔ افسانوں میں انشا پردازی نثر پر ادب لطیف کا رنگ چھایا ہوا تھا۔ افسانوں میں انشا پردازی اپنی بہار دکھلا رہی تھی۔ افسانوی حسن سے قطع نظر لالہ رخ کی جس خوبی نے لوگوں کو متاثر کیا وہ اس کا اسلوب تھا۔ لالہ رخ کا تعارف ہو یا چاروں قصے ہر صفحہ انشا پردازی کے حسن سے معمور ہے۔ تشبیہات و استعارات اور تراکیب کی شدت و بعد بے مثال ہیں و موازنہ بھی بڑا دلکش ہے۔ الفاظ کی نفاست لطافت مسحور کرتی ہے۔ ادب لطیف کے مصنفین ایسے الفاظ کا استعمال پسند نہیں کرتے تھے جن سے تحریر کی لطافت و روانی مجروح ہوتی۔ یہ رجحان ادب لطیف کے تمام مصنفین کے یہاں موجود ہے۔ یہ نفاست بعدی کے پیکر پر جان چڑھی۔ انھیں کو کہنا پسند نہیں وہ اسے "طائر شب رنگ" کہتے ہیں۔ اس حیثیت سے لالہ رخ اُردو کے مروج طرز تحریر کے مماثل ہی نہ تھی بلکہ لطافت گل میں زیادہ خوبیاں لیے ہوئے تھی۔ لالہ رخ کے مترجم نے بھی نفاست ملحوظ رکھی۔ وہ کالا جھنڈا یا سیاہ پرچم نہیں کہتا بلکہ شب رنگ پرچم کہنا زیادہ مناسب سمجھتا ہے۔ حسن پسند ادیب پکوجن کی تعریف کے لیے بہتر سے بہتر الفاظ، تراکیب، تشبیہات و استعارات کا سہارا لیتا ہے۔ لالہ رخ میں تیتری کو تیتری نہ کہہ کر نیلی لباس والی دوشیزۂ پراں "نقاش فطرت کی اختراع جمیل" کہا گیا۔ اسے ایسا پھول کہا گیا جس کے پر لگ گئے ہیں۔ ایسا نگینہ کہا گیا جس کے اندر رقص سرایت کر گیا ہے۔

لالہ رخ کے مترجم ل۔ احمد ہیں۔ ان کی ادبی زندگی کی شہرت کا آغاز نگار کے صفحات پر ہوا۔ نگار کے پہلے شمارے میں لالہ رخ کی پہلی قسط شائع ہوئی اور کئی قسطوں میں شائع ہو کر مکمل ہوئی۔ لالہ رخ ترجمہ ہے اس لیے اس کے اسلوب کی انفرادیت مشتبہ ہو سکتی ہے۔ مترجم مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ صاحب تصنیف کے خیالات ادا کرنے میں اصل تصنیف کے الفاظ کی حیثیت برقرار رکھے۔ اس کا صحیح تبدل اپنی زبان میں فراہم کرنے کی کوشش کرے ترجمے کا اصول ہے کہ مترجم تخلیق کو دوسری زبان میں منتقل کرتے ہوئے کسی قسم کی تبدیلی نہ کرے۔ ل۔ احمد کا یہ ترجمہ محض ترجمہ نہیں ہے۔ انھوں نے ترجمے کا یہ اصول نظر انداز کر دیا ہے۔ جہاں تک ترجمے کے اصول کا تعلق ہے ترجمہ ناقص ہی کہا جائے گا۔ لیکن جب ہم اس عہد کی انشا پردازی کی مروجہ روایات دیکھتے ہوئے لالہ رخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ل۔ احمد کی انشا پردازی اور ان کے اسلوب کے حسن کا معترف ہونا پڑتا ہے۔ ترجمے کا اصول کیا ہے، یہ نظر انداز کر دینا چاہیئے۔ ل۔ احمد نے کوشش کی ہے کہ قصوں کی دلکشی میں کہیں فرق نہ آنے پائے۔

لالہ رخ میں چار قصے "خراسان کا پیغمبر" "بہشت اور پری" "آتش پرستان فارس" اور "نور محل" شامل ہیں۔ شاہزادے نے مغنی بن کر بڑی مستعدی سے لالہ رخ کی تفریح کا سامان فراہم کیا۔ اس نے چاروں قصے لالہ رخ کو سنائے۔ لیکن یہ حقیقت پوشیدہ رکھی کہ مغنی اس کا شوہر ہے۔ تصنیف کا ابتدائی حصّہ جس میں لالہ رخ کا تعارف کرایا گیا ہے۔ بہترین ادب پارے کی حیثیت رکھتا ہے۔ لالہ رخ کو دنیا کی حسین ترین عورت کہا گیا۔ تاریخی حیثیت کی حامل شہرۂ آفاق عورتوں کے حسن کی نمایاں خصوصیات لالہ رخ کے مقابلے میں ادنیٰ درجے کی قرار دی گئیں۔ اسے ان یونانی دیویوں سے افضل کہا گیا جو شعر و نغمہ کا موضوع ہیں ؎

"لالہ رخ کے حسن و جمال کا عالم یہ تھا کہ اس کے ذکر سے اس وقت کے تمام شعرا کا کلام معمور نظر آتا تھا۔ ایک عام خیال یہ تھا کہ لالہ رخ کے سامنے لیلیٰ کی ملاحت، شیریں کی صباحت اور دیول دیوی کی نزاکت کا ذکر کرنا فطرت کی صناعیوں کے گویا ابتدائی نمونے پیش کرنا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ صنمیات یونانی کی تمام وہ حسین دیویاں جن کے نام شعر و نغمہ کا موضوع قرار دیے جاتے ہیں، ان چھوٹے چھوٹے پھولوں کی طرح تھیں جو گل دستے کے حاشیے پر نظر آتے ہیں اور لالہ رخ اس گل دستے کا مرکزی گلاب تھی۔"

کہنا ہے کہ دنیا کے ہر خطّے کی خوبصورت

اسباب تنہ میں موجود تھیں۔ اگر صرف اتنا ہی کہہ دیا
... کوئی جدت نہ پیدا ہوتی۔ خیال کو تفصیل سے
... نے کے لیے دنیا کے مختلف علاقوں کی عورتوں اور
... کی نمایاں خصوصیت کا ذکر کیا گیا اس سے
... کی زیب و زینت کچھ زیادہ ہی ہو جاتی ہے ۔
"کوئی خوب صورت نسلِ انسانی ایسی نہ تھی
... چمنستانِ حسن کے بہترین اور نیم واشگوفے وہاں
... کیے گئے ہوں۔ ہندوستان کے شوالوں میں
... نہ جھکا دینے والی کنواریاں، یمن کی وادیوں
... خرام برپا کرنے والی دوشیزگانِ نوخیز، ایران
... وچشانِ شوخ و مضطرب خطا۔۔۔ کی شوخ نگاہان
... رماز، جارجیا کے غنچہ ہائے نورس، عرب کی
... یزانِ ملیح اور زریں حلقہ مدور رکھنے والی بغدادن
... غرض ہر سرزمین نے اپنے بہترین پھول
... اس فردوس کی آرائش کے لیے پیش کر دیے
... جمالیاتی حسِ دنیا کے حسن اور دنیا کی
... سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں۔ فردوسی
... دنیا میں فراہم کی گئی نعمتوں کو ترجیح دیتے ہیں
... یہاں کا حسن زیادہ دلکش نظر آتا ہے۔ فطرت کی
... فرامرز نے جو نقشہ کھینچا ہے وہ ایسے ہی احساس
... حان ہے۔ یوں تو ہر قصہ دلآویز ہے لیکن فردمحل
... زیادہ ہے۔ وادیٔ کشمیر کا ذکر کرتے ہوئے
... ہے:
"اس وادیٔ حسین کا منظر جب آفتاب غروب
... ہو، صرف آنکھ ہی دیکھ سکتی ہے زبان کر اس کی عکاسیاں
... میں محدود نہیں ہو سکتیں۔ گرمیوں کی شام کو
... کی آخری درخشاں شعاع جھیل پر اس طرح
... ہوتی ہے جس طرح کوئی نئی دلہن وقتِ شب
... جلوہ، خود میں ملتے ہوئے آئینہ پر ایک آخری
... ڈالتی ہے اور کسی بات کا خیال اس کے چہرے کے رنگ کو
... انفعال سے رنگ دیتا ہے"

جذبات کے اظہار کے لیے عموماً مناظرِ فطرت کا
سہارا لیا جاتا ہے لیکن "لالہ رُخ" میں شعاعِ آفتاب کے
دیکھے پن کو نوعروس کے چہرہ کے رنگِ انفعال سے
مشابہ قرار دیا گیا۔ ایسی ہی جدت طرازیاں لالہ رخ کے
ہر صفحے پر نظر آتی ہیں۔ "حسنِ فطرت سے متاثر شاعرانہ
تخیل کا یہ نمونہ بھی قابلِ غور ہے ۔
"موجِ گل کی شدت نے سبزے کو مغلوب کر لیا
ہے اور تا بہ حدِ نگاہ پھولوں کی رنگینی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا
طائرِ صبا کے بازو امواجِ نکہت سے اس قدر گرانبار
ہیں کہ پرواز مشکل ہے۔ گویا کہ اس موقع پر پھولوں کی
سالہا سال کی پیداوار کو بہ یک وقت منتشر کر دیا گیا۔ جھیل
کے پانی پر مست تعزیے اس طرح پڑے لوٹ رہے
ہیں گویا کسی پری کا ہار ٹوٹ کر سطحِ آب پر بکھر گیا ہے":
ان جملوں میں کس قدر مبالغہ آرائی اور تخیل کی
بلند پروازی ہے۔ پھولوں کی زیادتی کے مقابلے میں سبزے
کی حیثیت ہی ختم ہو جاتی ہے۔ چاروں طرف پھول
ہی پھول لہلہاتے نظر آتے ہیں، اس لیے انھیں موجِ گل
کہا گیا۔ ایسی موجِ گل جس نے سبزے کو چھپا دیا۔ بادِ صبا
کی آہستہ خرامی کا ذکر کرنا تھا لیکن اگر تخیل کی بلند پروازی
لطیف نکتہ پیدا نہ کرتی تو تحریر کا حسن نامکمل ہی رہتا۔
اس کی آہستہ خرامی کی لطیف وجوہات بیان کی گئیں
باد صبا کو طائرِ صبا کہا گیا اور اس طائرِ صبا کے توسط سے
دلکش تاویل یہ کی گئی کہ "طائرِ صبا کے بازو امواجِ نکہت
سے اس قدر گراں بار ہیں کہ پرواز مشکل ہے":
اس دور میں جو افسانے اور ناول لکھے گئے ان
میں دو خصوصیات نمایاں ہیں۔ پہلی خصوصیت ہے مناظر
کا ذکر اور دوسری خصوصیت ہے جذبات نگاری۔ افسانہ و
ناول میں انشاپردازی کے یہی دو مواقع تھے۔ ان مصنفین
نے دوسرے فنی لوازمات پر زیادہ توجہ نہ دی۔ "لالہ رُخ"
میں انشاپردازی کا حسن بھی انھیں دو مواقع پر نمایاں
ہوتا ہے۔ جذبات کے اظہار کو زیادہ لطیف بنانے کے
لیے مناظرِ فطرت کا سہارا لیا گیا۔ جذبات کے ساتھ

ساتھ فطرت کو ہم آہنگ کر دیا گیا۔ مثلاً وادیٔ بہار کو
وزنت، اور آنسو بہانے کو وزنت کی آبیاری کہا گیا
افسردہ رخساروں پر پڑے ہوئے آنسوؤں کو مرجھائے
گلاب پر شبنم کے قطرے کہا گیا۔
"بہشت اور پری" میں ایک شخص بچے کی
معصومیت اور اس کی عبادت سے متاثر ہوتا ہے
وہ اپنی گزشتہ زندگی پر اظہارِ تاسف کرتا ہے اور خود
بھی عبادت میں مصروف ہو جاتا ہے۔ وہ نادم ہے۔ اس
کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے ہیں اور اس کے رخساروں
پر ڈھلکنے لگتے ہیں۔ تحریر کو لطیف بنانے کے لیے ایسے
مواقع پر بھی نقاشی کی گئی ہے
"آفتاب کی آخری ضیائے زریں بھی غائب
ہو گئی اور اس کی جگہ ایسی روشنی نمودار ہو گئی جس کی
مثال کبھی کسی ستارے کی ضیا بھی پیش نہیں کر سکتی۔ اس
نورِ سماوی میں اس شخص کے افسردہ رخساروں پر آنسو
اس طرح ڈھلکتے ہیں جیسے دن بھر کے مرجھائے گلاب پر
شبنم کے قطرے":
نادم شخص اپنی عمر کی آخری منزل میں ہے گویا
دن گزار چکا ہے اور اس کی زندگی کی شام آ گئی ہے پھول
بھی کھلنے کے بعد تھوڑی ہی دیر میں مرجھا جاتے ہیں۔ رخسار
کو گلاب کے پھول سے تشبیہ بھی دیتے ہیں اس لیے
رخسار پر آنسوؤں کی چمک کو مرجھائے ہوئے گلاب پر
شبنم کے قطروں جیسا کہا گیا۔ جملے میں حسن بھی پیدا
کر دیا گیا اور معنویت بھی۔ بعض جگہ حسنِ فطرت سے کہا
گیا یہ تقابل مضحکہ خیز بھی معلوم ہوتا ہے لیکن کہیں کہیں
اس کی معنویت اور جامعیت لطف بھی دے جاتی ہے۔
غم کی شدت میں بھی مسرت کی کرن نظر
آ جاتی ہے۔ مسرت کا وجود ہر جگہ ہے۔ اس سے لطف اندوز
ہونے والے طوفانِ حوادث میں بھی اسے دیکھ لیتے
ہیں۔ غم و مسرت کی لازم و ملزوم حیثیت کا ذکر ان الفاظ
میں کیا گیا۔
"بادِ سموم کے سیاہ طوفان میں بھی بعض لمحات

ایسے ہوتے ہیں جن میں آفتاب کی خفیف و مختصر الحیات کرن نظر آیا کرتی ہے۔ دہانۂ آتش فشاں کے کناروں کی شعلہ ناکی بھی بعض اوقات تبسم سے مشابہ ہو جایا کرتی ہے۔ اسی طرح حیاتِ انسانی پر بھی جب طوفانِ حوادث کا دستِ ستم دراز ہوتا ہے تو اس کے بعض لمحات منوّر ہو جاتے ہیں۔

شاعرانہ نثر کی ابتدا شرر اور ناصر علی کے انشائیوں

سے ہوئی اور مہدی و اس عہد کے مصنفین کے مضامین میں پروان چڑھتی ہے۔ اسلوب کو رنگین بنانے کی فکر میں انشا پردازی کی تمام صلاحیتیں صرف کر دی جاتی تھیں لالہ رخ کا جو اسلوب ہے وہ بہت پہلے رائج ہو چکا تھا لالہ رخ میں انشا پردازی کی یہ روایت اور زیادہ ترقی یافتہ ہے۔ آج شاعرانہ نثر کا دور ختم ہو چکا ہے۔ اس دور کو اُردو نثر کا عہدِ زریں کہہ سکتے ہیں۔ اس دور میں بہ کثرت افسانے، ناول، انشائیے اور ادب پارے لکھے گئے۔ لالہ رُخ

کا شاعرانہ اسلوب امتیازی حیثیت رکھتا ہے چاہے وہ الگ الگ داستان میں قصوں کی رومانی فضا اور اسلوب یکساں حسن نے ان میں ایک خاص ربط پیدا کر دیا ہے۔ لالہ رخ کی اشاعت سے پہلے لوگ شاعرانہ اسلوب میں لکھے گئے افسانوں کی سحر کن فضا میں کھوئے ہوئے تھے جب نگارش لالہ رخ قطعیں شائع ہوئیں تو ادب کے شیدائیوں کی نگاہیں اس طرف مبذول کرانے لالہ رخ کا شاعرانہ اسلوب اس کی رومانی و جمالیاتی فضا کا حامل

☆

آندھرا پردیش کے لکھنے والوں سے!

"آندھرا پردیش" کے لیے وصول ہونے والے مضامین نظم و نثر کے مسودے کسی صورت میں بھی واپس نہیں کیے جائیں گے۔

براہِ کرم رسالے کے لیے بھیجے جانے والے مضامین نظم و نثر کی اصل کاپی اپنے پاس محفوظ رکھیں۔

☆

دیش کی رکھشا کرنا سیکھو
جینا ہے تو مرنا سیکھو

ویرانے راس آئے ہوئے ہیں
دیوانے اترائے ہوئے ہیں

ذکرِ وفا اور آپ کے لب پر
خیر ہے کچھ گھبرائے ہوئے ہیں

دیکھ کے حالت دیوانے کی
وہ بھی کچھ شرمائے ہوئے ہیں

آنسو بن کر آہیں بن کر
دیدہ و دل پر چھائے ہوئے ہیں

دار و رسن تک بات آئی ہے
اہلِ ہوس گھبرائے ہوئے ہیں

دیکھو تو ساقی ہم بھی کب سے
دستِ طلب پھیلائے ہوئے ہیں

ایک نظر اے رشکِ بہاراں
دل کے کنول مرجھائے ہوئے ہیں

پھول متاعِ غم کے علاوہ
ہر دولت ٹھکرائے ہوئے ہیں

شاذ تمکنت

'یادوں' کا شاعر — اختر الایمان

اختر الایمان یادوں کے شاعر ہیں۔ ان کی شاعری حادثات و احساسات کی گونج ہے۔ جس میں دیر تک سنائی دینے کے امکانات نظر آتے ہیں۔ اختر الایمان کی شاعری میں تازہ زخموں کی سی للا سانی نہیں بلکہ بھولی ہوئی چوٹوں کے اُبھرنے کا سا انداز ہے۔ ان کی شاعری کا لب و لہجہ ایسا نہیں جس کی شیرینی اور حلاوت کا فوراً احساس ہو جائے۔ اس لب و لہجے میں مئے تند کی سی تلخی پائی جاتی ہے جس کے لیے کام و دہن کی شائستگی ضروری ہے۔

اختر الایمان ترقی پسند تحریک کے ہم نواؤں میں رہنے کے باوجود مدّتوں دور کی آواز بنے رہے، اس کے خارجی اور داخلی اسباب پر یہاں بحث مقصود نہیں لیکن ایک کھلا سبب یہ نظر آتا ہے کہ ان کی شاعری اس دور کی گرما گرم اور خطیبانہ شاعری بہت مختلف تھی اور اختر الایمان کا تصورِ نظم بھی ان بہت سے معاصرین سے علیحدہ تھا جن کا سکّہ رائج الوقت تھا۔ اس طرح یہ شاعری POST DATED CHEQUE کی صورت اپنی قدر و قیمت رکھتی بھی تھی اور نہیں بھی رکھتی تھی۔ اختر الایمان کی شاعرانہ تربیت میں اگر کسی معاصر شاعر نے غیر شعوری طور پر حصّہ لیا تھا تو وہ میراجی تھے۔ جن سے اختر الایمان بہت متاثر رہے ہیں۔ میراجی اچھے شاعر ہوں یا نہ ہوں، لیکن ایک باریک بین تہ دار نقاد ضرور تھے۔ اختر الایمان کی بعض نظموں میں میراجی کی چھاپ ہلکی ہی سہی نظر آتی ہے۔ میراجی اور اختر الایمان میں خاصا فرق بھی ہے۔ اختر الایمان کا دماغ سراسر شاعرانہ اور موسیقیت سے پر ہے۔ برخلاف اس کے میراجی کو بیان پر وہ قدرت نظر نہیں آتی کہ ترسیل خیال کا حق ادا ہو سکے، اس کے علاوہ اختر الایمان اپنی افتادِ شاعرانہ کے زیر اثر اکثر تیز آہنگ اور مترنم بحریں چنتے ہیں لیکن میراجی کے پاس ایسی بحریں کم ہیں جو تیز رفتار کہی جاسکیں۔ میراجی نظم آزاد کے شاعر ہیں لیکن اختر الایمان کی اکثر نظمیں پابند نظر آتی ہیں۔ اختر الایمان مصرعوں کو گھٹانے بڑھانے کے قائل نظر نہیں آتے، انھوں نے زیادہ سے زیادہ بلینک ورس لکھی ہے اور نری ورس اختر الایمان کے مزاج سے مختلف چیز ہے۔

یہاں میراجی اور اختر الایمان کے تقابل کی گنجائش یوں نکل آئی کہ میراجی وہ واحد شاعر تھے جن سے اختر الایمان کا رشتہ ملایا جا سکتا تھا لیکن بایں ہمہ اختر الایمان اپنی انفرادیت کے باب میں بے مثال ہیں۔

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ اختر الایمان یادوں کے شاعر ہیں انھیں حال سے شاید اس وقت تک دلچسپی نہیں ہوتی جب تک کہ وہ ماضی نہ بن جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاعری یادوں کا دوسرا نام ہے۔ گزری ہوئی بات نہ جانے کیوں اتنی عزیز ہوتی ہے کہ اس کی حسرت شعر کا روپ دھار لیتی ہے۔ ■

اختر الایمان کی عاشقانہ نظمیں زخمی پرندوں کی طرح نظر آتی ہیں۔ ان نظموں میں وہ سطحیت نہیں پائی جاتی جو حسن بلوغ کی محبت کا نتیجہ ہوا کرتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے شاعر نے اپنے عشق کا آغاز ہی ناکامیوں سے کیا ہے یا کم از کم تجربے کی حدّت ان نظموں کے رگ و پے میں اس طرح سرایت کیے ہوئے ہے کہ ہم شاعر کے بارے میں یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ اس نے عشق کی ماہیت پر سوچا ہی نہیں بلکہ برتا اور پرکھا بھی ہے۔

ایک دوراہے پہ حیران ہوں کس سمت بڑھوں
اپنی زنجیر سے آزاد نہیں ہوں شاید
میں بھی گردشِ گہِ ایّام کا زندانی ہوں
درد ہی درد ہوں فریاد نہیں ہوں شاید

(محرومی)

سونی راہوں میں بگولے ہیں ابھی گرمِ سفر
آج میں تیرے شبستاں سے چلا جاؤں گا

(وداع)

اب آؤ تو کیا رکھا ہے
چشمے سارے سوکھ گئے ہیں
یوں چاہو تو آسکتی ہو
میں نے آنسو پونچھ لیے ہیں

(آمادگی)

اب ارادہ ہے کہ پتھر کے صنم پوجوں گا
تاکہ گھبراؤں تو ٹکرا بھی سکوں مر بھی سکوں

(تنہائی میں)

اخترالایمان زلف و رخ کے مصور نہیں تاثیر نگار ہیں۔ ان کی عشقیہ نظمیں ہیجانی اور سنسنی خیز نہیں بلکہ پرسکون اور گہری ہیں۔ یہ گہرا پن تجربات اور احساسات کے شیر و شکر ہونے پر بھی شکل سے پیدا ہوتا ہے اخترالایمان کی عشقیہ نظموں میں معشوق کی تصویریں واضح نہیں تو مبہم بھی نہیں ہیں۔ جوش کی طرح کئی معشوقوں کی جلوہ گری تو نظر نہیں آتی لیکن کہیں کہیں یہ احساس ضرور ہوتا ہے کہ شاعر یادوں سے اکتا کر اپنے کو فریب دینے کے لیے ہی سہی کہیں جی لگانے کی سوچ رہا ہے لیکن اُسے احساس ہو جاتا ہے کہ اب اس میں وہ سنجیدگی اور جنون کے آثار شاید نہیں پائے جاتے جو ماضی کی یاد بن کر رہ گئے ہیں ؎

اب میں اس نشہ سے گھبرانے لگا ہوں آجانی
روحِ معصوم ہے ٹھوکر کوئی کھا جائے گی
وہ تری گود ہو یا قبر کی تاریکی ہو
اب مجھے نیند کی خواہش ہے سو آجائے گی

(اعتراف)

شاعر جب کسی عاشقانہ حادثے سے دوچار ہونے لگتا ہے تو وہ اپنے ماضی کو نہیں بھول سکتا، اس قسم کی نظمیں اکثر تقابلی قسم کی ہیں ؎

تم کس بن کی پھلواری ہو اتا پتہ کچھ دیتی جاؤ
مجھ سے مرا بھید نہ پوچھو میں کیا جانوں میں ہو کون

(انجان)

یا

تو ہے کچی کونپل اب تک جس کے لوچ میں پیار ہی پیار
اور میں گرمی سردی جھیلے ڈال پر اک تنہا پات
تو ہے اک ایسی شہنائی جس کی دھن پہ ناچے موت
تری دنیا جیت ہی جیت ہے میری دنیا چھوڑ یہ بات

(اجنبی)

اخترالایمان کی اکثر نظمیں اپنے نقطۂ عروج Climex کے سبب بہت بلند ہو گئی ہیں، یعنی نظم کے دوران میں شاعر کا لہجہ بڑی حد تک سیدھا سادا نظر آتا ہے لیکن نظم کے آخری دو چار مصرعوں میں کچھ ایسی بسی ہوئی بجلیاں گھلی ملی ہوتی ہیں کہ قاری جھرجھری لیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً ایک نظم "شکستِ خواب" یوں شروع ہوتی ہے ؎

کون ہو بنتِ مہ و مہر و درخشان و نجوم
کس لیے آئی ہو غم خانہ منور کرنے

اس کے بعد شاعر آنے والی بنتِ مہ و مہر درخشان و نجوم کا استقبال کرتا ہے اور اس کی شاعرانہ تعریف میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا لیکن نظم ان مصرعوں پر ختم ہوتی ہے ؎

اس کے ہر گوشے کو مہکا دو بنا دو فردوس
تم اسے اپنی محبت سے فروزاں کر دو
بید کی کرسی، کتابیں وہ پرانے جوتے
جھاڑ کر ان کو ذرا گھر میں چراغاں کر دو

یہاں محبوبہ بیوی بن گئی ہے۔ یہ سگھڑاپے اور گرہستی کی باتیں بیوی ہی سے ممکن ہیں محبوبہ سے نہیں۔
اخترالایمان کی نظموں کا یہ "اچانک پن" ہمیں بڑی دیر تک گُم سُم رکھتا ہے کہ شاعر نے درمیان کی کڑیاں یکلخت کیسے توڑ دیں۔ یہ آرٹ انگریزی میں ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ کے پاس ضرور مل جائے گا لیکن اردو میں یہ چکا چوند صرف اخترالایمان کے پاس نظر آئے گی۔ اس ضمن میں ایک اور نظم "آخر شب" بھی قابلِ ذکر ہے ؎

ڈھلی رات تارے جھپکنے لگے آنکھ، شبنم کے ناسفتہ موتی
سرِ شاخِ گل اپنے انجام سے کانپ اٹھے خواب بکھرے ادھورے
لُٹے جیسے اودے روپہلی سنہرے سپیکے، بھبوکے بادل
تہِ آسماں روئی کے نرم گالوں کی مانند ہر سمت اُڑتے
پھریں، اور ندّاف کی ضرب کو بھول کر یل گزرتے گزرتے
سر بالشِ خاک سب منتری بچوں کی مانند روتے مچلتے
چڑھی نیند سے چھد ہو کر وہیں سو رہیں، یاد کی سبز پریاں
گھنے جنگلوں، لالہ زاروں، پہاڑوں بھری وادیوں سے گزر تیں
کہیں قافِ ماضی کے نزنک غاروں میں روپوش ہو گئی ہیں

مبارک ہو میں نے سنا ہے کہ تم پھول سی جان کی مالکن ہو
مبارک سنا ہے تمہارا ہر اک زخم اب مندمل ہو گیا ہے

اخترالایمان کی عشقیہ نظموں میں لمس کی حدّت خال خال ہی ملتی ہے۔ جسم تن کی نظموں میں اس صورت میں ظاہر نہیں ہوتا جس طرح میراجی یا راشد کے پاس نظر آتا ہے یا جوش کے پاس نظر آتا ہے۔ جوش کے پاس محاکات اور سراپا کا انداز ہے لیکن میراجی اور راشد کے پاس بالخصوص اول الذکر شاعر کی بعض نظموں میں عورت کچھ اس طرح سامنے آتی ہے کہ جیسے وہ فنونِ لطیفہ کا موضوع سے ہٹی ہوئی کوئی اور مخلوق ہو۔ اخترالایمان کی پوری شاعری میں ایک نظم "ترغیب" اور اس کے بعد نظر آتی ہے جہاں انھوں نے جسم کے رشتے کو موضوع قرار دیا ہے، شاید میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ یہ میراجی کا اثر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میراجی کا اثر نہ ہو بلکہ شاعر کی اپنی اُپج ہو۔ کیوں کہ جنس کا جذبہ بہر حال موضوعِ شعر ہے اور ہونا چاہیے۔ اس نظم کے یہ مصرعے عام طور پر اخترالایمان کی نظموں میں نہیں ملتے۔

ع یں تیرے فصلوں سے کھیلوں تو بھی مری آگ سے کھیل
یا آگے چل کر ع
تھکے تھکے ہیں اعضا سارے ادھ مُندی پلکیں بوجھل

اخترالایمان کی عاشقانہ شاعری گہرے دکھ کی شاعری ہے۔ یہ گہرا دکھ آہ و زاری سے مختلف چیز ہے۔ ان نظموں کے رگ و پے میں کچھ ایسی تہذیب غم رچی بسی ہے جس سے سنجیدہ اعلیٰ عشقیہ شاعری عبارت ہے۔ نشاطیہ شاعری بڑی بات ہے لیکن اصلی عشقیہ شاعری محض نشاط کے بس کی بات نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاعری میں لفظ نشاط کا صحیح استعمال کم ہی ہوا ہے۔ جرأت و انشا کی شاعری لغوی طور پر نشاطیہ کہلائے تو کہلائے لیکن سچی عشقیہ شاعری کا تصور نشاط غم کے خمیر سے اٹھتا ہے اور اس غم کو نشاط آفریں ہونا چاہیے۔ ورنہ اس کا اندیشہ ہے کہ وہ فانی کی شاعری کا معتدبہ حصہ نہ بن کر رہ

جلتے ہوئے شاید غم کی اچھی مثال فراق کی شاعری ہے جس میں درد اور درماں دونوں کا امتزاج ہے ۔ اختر الایمان کی ایک مختصر نظم میرے بیان کی وضاحت کردے گی ؎

دیارِ غیر میں کوئی جہاں نہ اپنا ہو
شدید کرب کی گھڑیاں گزر چکنے پر
کچھ اتفاق ہو ایسا کہ ایک شام کہیں
کسی اک ایسی جگہ سے ہو یونہی میرا گزر
جہاں ہجومِ گریزاں میں تم نظر آجاؤ
اور ایک ایک کو حیرت سے دیکھتا رہ جائے (اتفاق)

یہ نظم غم کی نشاطیہ تصویر ہے۔

اختر الایمان کی شاعری علائم کی شاعری ہے۔ اردو شاعری میں علامت پسندانہ رجحان کچھ زیادہ پرانا نہیں ہے۔ اس رجحان کو بہت کم ترقی پسند شاعروں نے سمجھا اور فروغ دینے کی کوشش کی ورنہ عام طور پر یہی دیکھا گیا ہے کہ نظم چند تاثرات کا نقش تو چھوڑ جاتی ہے لیکن وہ مکمل تاثر پیدا نہیں ہو پاتا جو علامت کے ذریعے ممکن ہے۔ نظم بظاہر ناول اور افسانے سے مختلف چیز ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو سچی نظم وہی کہلائے گی جو مربوط ہو، جس کا اپنا ایک مرکزی خیال ہو، ایک خاکے میں رنگ بھرنے کی کامیاب کوشش ہو۔ غرضکہ نظم علامت کے استعمال ہی سے پلاٹ سے بھی روشناس ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر اختر الایمان کی نظم "قلوپطرہ" لیجئے۔ یہاں قلوپطرہ اپنے حقیقی معنوں میں مستعمل ہے" یہ نام تاریخی پس منظر کو اجاگر کرتا ہے۔ نظم قلوپطرہ کا پس منظر دوسری جنگِ عظیم ہے۔ جنگ کے سبب شہروں میں گندگی کی افزائش کے امکانات بھی مضمر ہیں۔ قلوپطرہ کا علامیہ اسی گندگی کی طرف اشارہ ہے۔ قلوپطرہ کی رعایت سے شاعر نے پرویز اور انطونی کے نام بھی بطور علائم استعمال کیے ہیں۔

اڑ گیا دن کی جوانی کا خمار
شام کے چہرے پہ لوٹ آیا نکھار
ہو چکے ہیں، ہو رہے ہیں اور دامن داغ دار
اس کا زریں تختِ سیمیں ختم ہے آنکھوں سے دور
جامِ زہر آلودہ اٹھتے ہیں جاگ
چونک کر انگڑائیاں لیتے ہیں ناگ
جاگ انطونی محبت سو رہی ہے جاگ جاگ

•

اس ضمن میں نظم "خاک و خون"، "ایک سوال"، "پندرہ اگست"، "ایک لڑکا" وغیرہ اپنے علائم کے اعتبار سے بڑی فکر آفریں نظمیں ہیں۔

نظم "ایک لڑکا" نہ صرف اختر الایمان کی بہترین نظموں میں سے ایک ہے بلکہ اردو نظم کے کڑے سے کڑے انتخاب میں بھی اس نظم کی شمولیت ناگزیر سمجھی جائے گی۔ یہ نظم اپنی ہیئت اور اندازِ بیان کے اعتبار سے بڑی منفرد اور جاندار ہے۔ یہ ایک لڑکا ضمیرِ انسانیت کا علامیہ ہے اس لڑکے کا Symbol پاکی، طہارت، تقدس اور معصومیت کی طرف اشارہ ہے۔ اس نظم کا بنیادی خیال ہماری زندگیوں کا آئینہ ہے۔ انسان دکھوں کا شکار ہوتا ہے معاشی الجھنیں اُسے گھیر لیتی ہیں، روزمرہ کے پیچیدہ مسائل اُسے سر اٹھانے نہیں دیتے اور یوں کبھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ سے مایوس سا ہو جاتا ہے۔ نیکی اور معصومیت پر سے اس کا ایمان اٹھنے لگتا ہے اس عالم میں اگر کوئی شے صحیح راستہ سجھا سکتی ہے تو وہ ضمیر کی آواز ہے۔ "ایک لڑکا" کا شاعر بھی آج کے حالات کا شکار ہے۔ وہ جانتا ہے کہ لٹیروں کو خسروی مل رہی ہے، یاوہ گو خازن بنے بیٹھے ہیں۔ ہرزہ کار تونگر ہیں اور خود شاعر کی ذات دریوزہ گر ہے۔ شاعر یہ جانتا ہے کہ اس بازار میں وہ یوسف کی طرح بے یار و مددگار ہے مگر اس کے باوجود ابھی اس کا ضمیر زندہ ہے ؎

یہ لڑکا پوچھتا ہے جب تو میں جھلا کے کہتا ہوں
وہ آشفتہ مزاج، اندوہ پرور، اضطراب آسا
جسے تم پوچھتے رہتے ہو کب کا مر چکا ظالم
اُسے خود اپنے ہاتھوں سے کفن دے کر فریبوں کا
اُسی کی آرزوؤں کی لحد میں پھینک آیا ہوں
میں اس لڑکے سے کہتا ہوں، وہ شعلہ مر چکا جس نے
کبھی چاہا تھا اک خاشاکِ عالم پھونک ڈالے گا
یہ لڑکا مسکراتا ہے، یہ آہستہ سے کہتا ہے
"یہ کذب و افترا ہے، جھوٹ ہے، دیکھو میں زندہ ہوں"

•

یہی ایک لڑکا "یادیں" جیسی خوب صورت نظم میں نظر آتا ہے۔ "یادیں" اختر الایمان کی شعری سوانح عمری ہے۔ اس کی یہ ٹیپ

ع "دیکھو ہم نے کیسے بسر کی اس آباد خرابے میں"

بجائے خود اس قدر اثر آفریں ہے کہ آج کے معاشرے کی تصویر آنکھوں میں گھوم جاتی ہے "یادیں" ہم سب کی آپ بیتی ہے، ایسی آپ بیتی جس پر ہم شرمسار ہیں ؎

ہونٹ تبسم کے عادی ہیں ورنہ روح میں زہر اتنا ہے
گھلے ہوئے ہیں اتنے نشتر جس کی کوئی تعداد نہیں
کتنی بار ہوئی ہے ہم پر تنگ یہ پھیلی ہوئی زمیں
جس پر ہم کو ناز ہے اتنا جھکی ہے اکثر وہی جبیں
کبھی کوئی سنگِ در ہے آتا کبھی کوئی ابد فرسا زمیں
یہی لاج بھی اپنے ہنر کی اس آباد خرابے میں
دیکھو ہم نے کیسے بسر کی اس آباد خرابے میں

•

اختر الایمان کی شاعری رومانیت سے بغاوت کی ایک اچھی مثال ہے (یہاں رومانیت سے مراد عشق و محبت نہیں ہے) ہماری اردو شاعری ابھی تک غزل کے اطراف کاوے کاٹ رہی ہے۔ وہ قصیدہ ہو یا مرثیہ، حمد ہو یا نعت، ترجیع بند ہو یا مسدس، غرض کہ شاعری کی ہر صنف اس قدر غزلیت کا شکار رہی ہے کہ ہم دشنہ و خنجر کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے ہماری تلمیحات، استعارے اور تشبیہیں وغیرہ سب کچھ غزل

* عشرت پرویز نے کیا نالہ ہائے تیز تیز

کی روایت سے متاثر ہیں۔ اور یہ غزل کی روایت فارسی غزل کی دین ہے۔ چنانچہ ہمارے بہترین نظم گو شاعروں کی نظمیں بھی یا تو غزلِ مسلسل کی طرح نظر آتی ہیں یا کہیں نہ کہیں غزل کی روایت کا شکار محسوس ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ ہماری شاعری بڑی حد تک رومانوی فضا میں ملفوف نظر آتی ہے۔ یہ رومانوی ہالہ دلفریب سہی لیکن ہر موضوع پر اس کا چسپاں ہونا ضروری نہیں ہے۔ موضوع اپنی زبان آپ تلاش کرتا ہے۔ لیکن بد قسمتی کہیئے کہ اس رومانوی اثر نے ہر موضوع پر اپنا ٹھپہ لگا رکھا ہے۔

اختر الایمان نے اس غزلیت اور رومانیت کے خلاف نظمیں لکھیں۔ ان کی نظمیں بعض اوقات بڑی کھردری سپاٹ اور بے مزہ لگتی ہیں۔ اس کا سبب رومانیت اور غزلیت سے انحراف ہے۔ شاعر نے دانستہ نظم کو ایک مربوط اور منظم صورت دینے کی خاطر قاری کے ذہن کو جھٹکے سے لگائے ہیں تاکہ اس کا ذہن نئی نظم پڑھنے، سمجھنے اور لطف اٹھانے کی تربیت پا سکے۔

اس رومانیت اور غزلیت کے انحراف میں اختر الایمان نے اپنی نظموں میں اکثر اوقات مصرعوں کی ترتیب کچھ یوں رکھی ہے کہ خیال مصرعے کا تابع نہیں ہوتا بلکہ مصرعہ خیال کی ترسیل کا آلہ بن جاتا ہے۔ مثلاً ایک نظم "آگہی" ملاحظہ ہو۔

میں جب طفلِ مکتب تھا، ہر بات فلسفہ جانتا تھا
کھڑے ہو کے منبر پہ پیروں سلاطین پارین و حاضر
حکایاتِ شیریں و تلخ، انکی، انکے درخشاں جرائم
جو صفحاتِ تاریخ پر کارنامے ہیں، ان کے اوامر
نواحی، حکیموں کے اقوال، دانا خطیبوں کے خطبے
جنھیں مستندوں نے باقی رکھا، اس کا مخفی تھا ظاہر
نزولِ لطیفہ، خداوند کے حکم نامے، فرامیں
جنھیں مسخ کرتے رہے پیرزادے جہاں کے عناصر
ہر اک سمت موضوع پر اس طرح بولتا تھا کہ مجھکو
سند رکھتے تھے سب علم و فن کا، ہر اک میری خاطر
تگ و دو میں رہتا تھا لیکن یکایک ہوا کیا کہ مجھکو

یہ محسوس ہوتا ہے سوتے سے اٹھا ہوں، جیسے قلندر
کسی بحر کے سونے ساحل پہ بیٹھا ہوں گردن جھکائے
ہر شام آئی ہے دیکھو تو ہے آگہی کتنی شاطر

•

یہ نظم اپنے کھردرے پن کے سبب سے شاید lyric کے زمرے میں نہ آئے۔ لیکن شاعر کی اس دانستہ کوشش پر ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے کہ وہ کون سی لطافت جس کے فقدان سے نظم اسی طرح کھردری بن کر رہ گئی ہے۔ یہ اس غزلیت کی کمی ہے جس کے ہم عادی ہو گئے ہیں۔

اختر الایمان کی شاعری کا یہ وصف انھیں اپنے بہت سے معاصرین سے ممتاز کرتا ہے کہ انھوں نے انقلابی موضوعات پر لکھتے ہوئے اپنے ہوش و حواس کو گم ہونے نہیں دیا۔ یعنی انھوں نے نعرہ بازی کو شاعری پر ترجیح نہیں دی۔ مثلاً جنگ جیسے ہولناک موضوع پر اختر الایمان نے عقل و ادراک کی آمیزش سے ایسی نظمیں کہیں جن میں فکر تہہ در تہہ نظر آتی ہے یہ نظمیں بھی ایک پلاٹ، ایک مکمل خیال سے آراستہ ہیں۔

وسطِ مشرق کی یہ خندق تھا مقدر جن کا
ان میں سے ایک نے اک روز کہا تھا مجھ سے
میں نے باندھا تھا کسی شوخ سے پیمانِ وفا

پیمانِ وفا باندھنے والا جنگ میں گولی کا شکار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ شاعر نظم کو یوں ختم کرتا ہے۔

میں نے سوچا کبھی مل جائے کہوں گا اس سے
حاکمِ وقت کا منشا تھا محبت کی جگہ
اس کو نفرت ملے، نفرت ہے ابھی لطف تمام
جس جگہ جاؤں وہاں شرق میں بھی غرب میں بھی
وسطِ مشرق کی زمیں نے تجھے بھیجا ہے سلام

•

ایک اور نظم جنگ پر بڑے دلآویز خیال کی حامل ہے۔ یہ نظم زمین کی زبان سے کہی گئی ہے۔

میں زمیں ہوں مجھے ہر رنگ میں تم پیارے ہو
میں یہ تعریف ذکر پاؤں گی کس منہ سے
تم کو پالا، تمھیں پروان چڑھایا تھا کبھی
یہ خد و خال ہیں کس گود کے پروردہ تمھیں
کس نگہ سوز نے محبوب بنایا تھا کبھی
میری اولاد ہو تم شرق میں بھی غرب میں بھی
میں زمیں ہوں مجھے ہر رنگ میں تم پیارے ہو

•

جدید شاعری میں چھوٹی چھوٹی نظمیں بہت کم نظر آتی ہیں غالباً اختر الایمان وہ واحد شاعر ہیں جنھوں نے کئی چھوٹی چھوٹی نظمیں لکھیں۔ یہ نظمیں جاپانی شاعری کی یاد دلاتی ہیں۔ ان نظموں کی مثال اڑتی ہوئی تتلیوں جیسی ہے یہ نظمیں ایک لمحے کو قید کرنے کی کوششیں ہیں۔ ہر ایک لمحہ بڑا حسین، بڑا جاوداں لگتا ہے، جب یہ نظم کے قالب میں ڈھل جاتا ہے۔ مثلاً ایک نظم "دور کی آواز" ملاحظہ ہو۔

نقرئی گھنٹیاں سی بجتی ہیں
دھیمی آواز میرے کانوں میں
دور سے آ رہی ہے، تم شاید
بھولے بسرے ہوئے زمانوں میں
اپنی میری شرارتیں شکوے
یاد کر کے ہنس رہی ہو کہیں

•

مختصر نظموں کے ضمن میں "اعتماد"، "جانِ شیریں"، "اتفاق"، "عہدِ وفا"، "سبزہ" گزار ہے "سیلے" اور "کتبہ" خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

مختصر یہ کہ اختر الایمان کی شاعری مشاعروں کی ہو حق میں سننے کی چیز نہیں بلکہ یہ شاعری کاغذ پر پڑھنے کی چیز ہے۔ فکر و آہنگ کا یہ امتزاج بہت کم شاعروں کے حصے میں آیا ہے۔ یہ شاعری ماضی، حال اور مستقبل تینوں پر محیط ہے۔ اردو شاعری کو مستقبل کے اختر الایمان سے بہت کچھ مالا مال ہونا ہے۔ ہمیں اختر الایمان کی شاعرانہ صلاحیت سے امید ہے کہ وہ مایوس نہیں کریں گے۔

••

مصحف اقبال توصیفی

روز و شب

زندگی کیا کوئی ویران گلی ہے گویا
کوئی سایہ، کوئی آواز کوئی عکس نہیں
اتنی سنسان نہ ہونے کا گماں ہوتا ہے
صبح ہوتی ہے کہ جیسے کوئی بالک یونہی
کھیلتے کھیلتے اک گھر میں چلا آیا ہو
اور جب گھر کی پُر آسیب و افسردہ فضا
گھورتی ہے اسے گھبرا کے چلا جاتا ہے
رات آتی ہے سرائے میں مسافر جیسے
کہیں جاتے ہوئے کچھ دیر ٹھہر جاتا ہے

آپ کے پھول سے قدموں کے نشانوں نے کبھی
اس گلی کو کوئی گلزار بنا رکھا تھا
اور اب یوں ہے بھٹکتے ہیں ہوا کے جھونکے
نکہتِ زلف کی خاطر کہ نسائم بن جائیں
اور اب یوں ہے کہ اُن کا کوئی پُرسان نہیں
اُن کی خاطر کوئی گیسو بھی پریشان نہیں

اکرام جاوید

اپنی خوشبو

سرلا کے گورے گلابی، خوبصورت چہرے کی رنگت بتا رہی تھی کہ وہ حیرت اور بے یقینی کے گہرے ساگر میں ڈوب چکی ہے۔ اس نے گہری سیاہ بڑی بڑی نشیلی آنکھوں سے گھور کر شیام کی طرف دیکھا۔ اس کے پتلے پتلے کلیوں جیسے نازک اور خوبصورت ہونٹ پھڑکے مگر وہ کچھ کہہ نہ سکی۔ گہری خاموش نگاہوں سے بس شیام کو گھورتی رہ گئی۔ سانولا سلونا جوان چھریرے بدن کا دراز قد شیام بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اس کے پُرکشش کتابی چہرے کا چاند بجھ سا گیا تھا۔ سیاہ بادامی آنکھوں میں روحانی کرب اور اضطراب کا دھواں بل کھا رہا تھا۔ دائیں طرف مسہری پر ننھا راجو بچپن کی معصوم اور بے فکر نیند سو رہے تھے۔ اوپر چھت پر آویزاں بجلی کا بلب ٹھنڈی سبز روشنی سے کمرے کے اندر بھڑکی ہوئی درد اور اضطراب کی آگ کو بجھانے کی سعی ناکام کر رہا تھا۔ ٹہلتے ٹہلتے شیام کے بے چین قدم رک گئے۔ اس نے بجھی بجھی سی نظروں سے سرلا کی خوبصورت آنکھوں میں گھورتے ہوئے انتہائی بے بسی سے دُھرایا۔

"ہاں سرلا۔ بس یہی ایک صورت ہے۔ ایک آخری راستہ"

سرلا حیران حیران نظروں سے بدستور اسے دیکھتی رہی تو وہ شکست خوردہ لہجے میں بولا۔

"تمہیں میری بات کا یقین نہیں آ رہا ہے نا؟" وہ رک کر کہنے لگا: "لیکن سرلا۔ انسان پھر بھی انسان ہے۔ حالات سے مجبور ہو کر مجھے اپنے اصولوں کے خلاف یہ بات کہنی پڑ رہی ہے۔ مجھے اس کا بڑا غم ہے میں بہت شرمندہ ہوں"

"آپ ایسا نہ کہیں" سرلا کی آواز صاف نہیں تھی: "اس میں غم یا شرمندگی کی کیا بات ہے! مجھے اپنے میکے ہی تو جانا ہے۔ اور وہ بھی دو مہینے کے لیے۔ ماں باپ کوئی غیر تو نہیں ہوتے۔ اور پھر وہ لوگ خود برسوں سے اصرار کرتے رہے ہیں"

"پھر بھی مجھے یہ سب کچھ اچھا نہیں لگ رہا ہے" شیام درد بھرے لہجے میں بولا "تم مجھے اچھی طرح جانتی ہو۔ میں کسی پر بوجھ بننا ہرگز پسند نہیں کرتا۔ چاہے وہ تمہارے اپنے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں"

"بوجھ —؟" سرلا نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا "کیوں جی۔ شادی کے بعد لڑکیاں کیا اپنے ماں باپ کے لیے بوجھ بن جاتی ہیں —؟ کیا رخصتی کے بعد میکے کے لوگوں سے ان کا کوئی رشتہ باقی نہیں رہتا —؟ آپ فضول یہ ساری باتیں سوچ رہے ہیں" وہ جیسے سمجھاتی ہوئی بولی: "اور پھر میں کون سا ایسا بار بار وہاں گئی ہوں شادی کے بعد ایک بار وہاں گئی تھی۔ منا جب پیدا ہوئی تھی اس وقت اور اب منا دس برس کی ہو چکی ہے۔ اس میں دوبارہ بادل پور نہیں گئی — آپ نے مجھے بھیجا ہی نہیں۔ مجبوراً ماں اور پتا جی سال چھ مہینے میں ہمیں دیکھنے یہاں آجاتے ہیں"

شیام نے گہری افسردگی سے اپنی بیوی کی طرف دیکھا۔ بادل پور کے کھاتے پیتے زمیندار گھرانے کی لاڈلی بیٹی سرلا کتنی عظیم عورت ہے۔ میرے ساتھ رہتے ہوئے وہ مجبوری اور تنگ دستی کے ستم اٹھاتی ہے مگر کبھی مجھ سے شکایت نہیں کرتی۔ ہمیشہ میرا خیال رکھتی ہے۔ کبھی میری مرضی کے خلاف نہیں چلتی۔ کتنی نیک اور باوقار ہے میری سرلا۔

اور سیاہ فولادی ٹرنک میں کپڑے جماتے ہوئے سرلا سوچ رہی تھی کہ اسے صرف دو مہینوں کے لیے میکے بھیجتے ہوئے شیام کتنا افسردہ اور غمگین ہو گیا ہے۔ وہ اس کے درد کا اندازہ کر سکتی تھی۔ وہ اتنا غیور اور خوددار تھا کہ سخت تشنگی کے عالم میں بھی کسی سے گلاس بھر ٹھنڈا پانی مانگ کر پینا اسے گوارا نہ ہوتا تھا۔ اس کے مزاج کے اونچ نیچ اور اس کے اصولوں کی سختی اور مضبوطی سے وہ اچھی طرح واقف تھی۔ شیام مگر اب خود اسے بادل پور بھجوا رہا تھا۔ ننھے راجو کا بابا سوٹ تہہ کر کے ٹرنک میں رکھتے ہوئے سرلا نے محسوس کیا کہ ان حالات میں میکے جاتے ہوئے خود اسے بھی اتنی خوشی نہیں ہو رہی ہے۔

شیام ایک خانگی فرم میں ملازم تھا۔ ڈیڑھ سو روپے ماہوار اس کی تنخواہ تھی۔ جب تک منا

پیدا نہ ہوئی تھی وہ دونوں فراغت سے زندگی بسر کرتے تھے۔ شادی کے دوسرے سال نتا پیدا ہوئی اور پھر دو دو سال کے وقفے سے تین بچے پیدا ہوئے جو زندہ نہ بچ سکے۔ اور پھر راجو پیدا ہوا۔ اور اب راجو دو سال چند ماہ کا تھا۔ شیام کی تنخواہ میں اب گھر کا چلنا مشکل ہوگیا تھا۔ ضروریاتِ زندگی کی اشیا کی گرانی گھر کی خوشحالی کے لیے زہر ثابت ہو رہی تھی۔ اب گھر چلانے کے لیے شیام کو ہر ماہ ادھر اُدھر سے قرض بھی لینا پڑتا تھا۔ اور جب سے اناج کی قیمتوں میں ہولناک اضافہ ہوا زندگی کا سارا حُسن جاتا رہا۔ اور اب شیام قرضوں کے سمندر میں تا بہ حلق ڈوب چکا تھا۔ اور قرضوں کی ادائی کی کوئی اور صورت نہ تھی۔ اس لیے سرلا دو مہینے کے لیے اپنے دونوں بچوں کے ساتھ میکہ جا رہی تھی!

نتا اور ننھے راجو کے ساتھ شیام مسہری پر ایک طرف لیٹ گیا۔ اس کی نگاہیں چھت کے بیچوں بیچ ٹنگے ہوئے بجلی کے بلب پر جم کر رہ گئیں۔ ہلکی سبز روشنی میں اس کا چہرہ کافی تھکا ماندہ اور بے رونق دکھائی دیتا تھا۔ سرلا کو ایک دم احساس ہوا کہ شیام کی صحت روز بروز گرتی جا رہی ہے۔ بے حد مصروف رہتے ہیں اور بے شمار الجھنوں میں گھرے رہتے ہیں فکر آدمی کو گھن کی طرح کھا جاتی ہے۔ اور گرانی کے اس ہولناک زمانے میں آدمی فکر سے نجات پائے بھی تو کس طرح۔ شہر میں ہمیشہ یہی مصیبت رہتی ہے ہمارے بادل پور میں تو ایسا کبھی نہیں ہوتا سب لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ محنت کرتے ہیں اور زمین سے اناج اُگا لیتے ہیں۔ خود بھی کھاتے ہیں اور شہر والوں کو بھی کھلاتے ہیں۔ سرلا کے ذہن میں بادل پور کی یادوں کے پھول کھل اُٹھے۔ رات بھر بادل پور کا خیال اس کے ذہن پر چودھویں کی چاندنی اور سحر دم کھلے ہوئے پھولوں کی تازہ خوشبو کی طرح چھایا رہا۔ اس نے خواب میں کئی بار اپنے باپ کا سُرخ پتھر کا بنا ہوا وسیع و عریض مکان دیکھا۔ آنگن میں کنویں کے کنارے شہتوت اور جام کے درختوں پر چڑھ کر ادھم مچانے کا وہ زمانہ خواب میں کتنا حسین بن کر آیا تھا۔ بچپن کا وہ رنگین زمانہ، سکھی سہیلیوں کے ساتھ کھیلتے کودتے گزارے ہوئے وہ دن، وہ راتیں، وہ بچپن میں بنائے ہوئے گھروندے اور کنوار پن میں دیکھے ہوئے جاگتے خواب!

اُسے بادل پور کے کھیتوں سے والہانہ محبت تھی۔ بادل پور کے گاتے گنگناتے کھیت جن میں جوار کی ہری بھری فصلیں اس کا من موہ لیتی تھیں۔ جوار کے خوشنما بھٹوں پر ننھی منی رنگ برنگی چڑیاں منڈلایا کرتیں۔ اور ملازم گوپھن میں کنکریاں رکھ کر انہیں اُڑایا کرتے۔ وہ کھیت جن میں گیہوں کی سنہری بالیوں کا ریشمی گداز اس کی روح کو تازہ، نظر کو شاداب اور احساس کو لطیف تر بنا دیتا تھا۔ کھیتوں پر سے سرسراتے ہوئے گزرنے والے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے جنگلی پھولوں، جوار کے کچے دانوں، گیہوں کی پکتی ہوئی بالیوں اور چنے کی مہکتی ہوئی پھلیوں کی خوشبو سے معطر رہتے تھے، وہ خوشبو آج بھی یاد تھی۔ وہ مسحور کن خوشبو، وہ دلربا آوازیں، وہ رنگین نظارے، جانے پہچانے گلی کوچے اور بازار ـــ اور سارے میں مہکتے ہوئے مانوس چہروں کے پھول ـــ!

رات بھر سرلا بادل پور کے خواب دیکھتی رہی اور صبح جب نتا اور راجو کے ساتھ وہ بادل پور جانے والی بس میں سوار ہوئی تو اس وقت بھی اس کی مست متوالی آنکھوں میں ان ہی خوابوں کے سائے رینگ رہے تھے۔ بس اسٹانڈ پہ شیام اسے بچوں کی دیکھ بھال کے سلسلے میں کچھ کہہ رہا تھا۔ شیام کے چہرے پر افسردگی اور غم کی گرد جمی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں سرخ ہوگئی تھیں۔ اور ندامت کے بوجھ سے جھک گئی تھیں۔ اس کی آواز لرز رہی تھی۔ سرلا نے یہ ساری باتیں سنیں اور محسوس کیں۔ لیکن بادل پور کے خیالوں میں وہ پھر بھی کھوئی ہوئی رہی۔

بس پوری رفتار سے چل رہی تھی۔ ننھا راجو اپنی بہن نتا کے ساتھ مقابل کی نشست پر بیٹھا حیرت اور مسرت سے باپ کے دلائے ہوئے چاکلیٹ چوس رہا تھا۔ اور سرلا چلتی ہوئی بس میں سے باہر کے مناظر دیکھنے میں محو تھی۔ بس اب شام گھاٹ کی بلندیوں سے نشیب میں اتر رہی تھی۔ شام گھاٹ کا یہ اتار یہ راستہ اس کے لیے جانا پہچانا اور مانوس تھا۔ لیکن مناظر اور ماحول بدل گئے تھے۔ شام گھاٹ کے نشیب میں پہلے ہر طرف گھانس کے میدان پھیلے ہوئے تھے جن میں ایک سیلابی نالا بہتا تھا۔ مگر اب نہ تو وہ گھانس کے میدان تھے اور نہ ہی وہ سیلابی نالہ۔ اور شام گھاٹ کی بلندیوں سے بادل پور کو جانے والا وہ ٹیڑھا میڑھا ناہموار اور دشوار گزار راستہ اب ایک پختہ سڑک میں بدل گیا تھا۔ سڑک کی دونوں جانب دور دور تک آم، جام، گولر اور پیپل کے درختوں کی قطاریں ایستادہ تھیں۔ اور دونوں طرف تاحدِ نظر سرسبز و شاداب کھیتوں کے سلسلے پھیلے ہوئے تھے۔ نشیب میں آم کی امرائیوں، جام کے باغوں اور املی اور کیکر کے درختوں کے پس منظر سے بادل پور کی اونچی عمارتوں کے اوپری حصے اُبھر رہے تھے۔ سرلا کا دل مسرت کے عظیم جذبے سے لبریز ہوگیا وہ حیرت اور شوق سے اپنے خوابوں کی سرزمین کا نظارہ کرنے لگی۔ اس دس سال کے عرصے میں بادل پور نے کتنی شاندار ترقی کی ہے بادل پور میں اب برقی تک آگئی ہے۔ برقی آبادی کو روشنی دیتی ہے اور کھیتوں کو نئی زندگی بخشتی ہے۔ اسی لیے تو بادل پور کا نقشہ ہی بدل گیا ہے۔ گھانس کے بنجر میدان تک سرسبز و شاداب کھیتوں میں بدل گئے ہیں۔ خوش حالی کا اجالا ہر طرف پھیل رہا ہے اس لمحے سرلا کا ذہن ساتویں آسمان کی بلندیوں پر تھا خیالوں میں خوشی کی ست رنگی پھوار برس رہی تھی۔ اور کانوں میں مدھر گھنٹیاں سی بجنے لگی تھیں۔ اس

تھے وہ اپنے ماحول اور حالات سے تکسر بے خبر ہوگئی تھی اسے یہ تک احساس نہ رہا تھا کہ وہ بس میں سفر کر رہی ہے۔ اور اگلی نشست پر اس کی بچی لتا ننھے راجہ کو گود میں لیے بیٹھی ہے۔ اور حیرت سے اس کے خیال آلود چہرے کو گھورتی جا رہی ہے۔ سرلا نے بس کی کھڑکی سے سر نکال کر دیکھا۔ اوپر نیلا آسمان صاف و شفاف و روشن تھا۔ فضا کے نیلگوں میں سورج مغرب کی طرف جھک رہا تھا۔ شام کے چار بج رہے تھے۔ سرما ختم ہو رہا تھا اور گرمیوں کے آغاز کا زمانہ تھا۔ پھر بھی فضا خنک اور خوشگوار تھی۔ بس معتدل رفتار سے بادل پور کی طرف بڑھ رہی تھی۔ سرلا نے ایک بار اور اپنی پُرشوق نگاہیں دور دور تک پھیلے ہوئے کھیتوں پر جما دیں لیکن اب کی بار شاداب کھیتوں کا نظارہ اسے خوشی کا وہ پہلا سا سکون بخش احساس نہ دے سکا۔ کسی شے کی کمی بُری طرح محسوس ہو رہی تھی۔ وہ کون سی شے ہے جس کی کمی کا احساس خوشی کے آئینے کو دھندلانے لگا ہے۔ اور اس کے دل میں بے چینی اور اضطراب کی گرد سی اُڑانے لگا ہے؟ سرلا نے مایوسی سے بس کی کھڑکی پر اپنے مرمریں بازو پھیلا دیئے۔ اور ان پر اپنی تھوڑی ٹکائے سوچنے لگی ــــ یہ موسم جوار اور گیہوں کی فصلوں کے پکنے کا موسم ہے۔ اس موسم میں چنے کی پھلیاں خشک ہوتی ہیں اور ربیع کا دھان تیار ہوتا ہے۔ اس زمانے میں تو فضا کو جوار کے کچے دانوں اور گیہوں کی پکتی ہوئی بالیوں کی خوشبو سے معطر ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن فضا اس خوشبو سے محروم تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے نرم و نازک جھونکوں میں پکے ہوئے جامنوں، آم کے بور اور جنگلی پھولوں اور پھلوں کی خوشبو کے ساتھ ساتھ ایک نامانوس اور اجنبی سی خوشبو بھی رچی ہوئی تھی۔ کڑھاؤں میں پکتے ہوئے گنے کے رس کی میٹھی بو جس میں تمباکو، ادرک اور پیاز کی چبھتی ہوئی باس بھی شامل تھی۔ بادل پور کے جتنے کھیت اس کی نظروں سے گزر رہے تھے اور جتنے کھیت اس کی نظروں سے گزر رہے تھے، ان میں جوار گیہوں اور دھان کی فصلوں کا نام و نشان تک نہ تھا۔ سارے کے سارے کھیتوں میں گنا اُگا ہوا تھا یا پھر تمباکو اور آلو ــــ اور اسی قسم کی دوسری چیزیں ــــ سرلا کا دل یہ سوچ کر ڈوب ڈوب سا گیا کہ بادل پور کے کھیتوں میں وہ اب جوار، گیہوں اور چنے کی شاداب فصلوں اور دھان کی لہلہاتی کیاریوں کا نظارہ نہ کر سکے گی گاؤں کے کھیت اپنے فطری حُسن سے محروم ہوگئے ہیں۔ آرائش اور میک اپ نے حقیقی چہروں کو بالکل چھپا دیا ہے۔ اب وہ ان اجنبی اور غیر مانوس فضاؤں میں اپنے بچپن اور آغازِ شباب کے زمانے کو کہاں تک ڈھونڈ سکے گی۔ کیسے اسے پا سکے گی ــــ!

جب وہ بادل پور میں اپنے باپ کے سرخ پتھر کے بنے ہوئے مکان میں داخل ہوئی تو اس کا دل بجھا بجھا سا تھا اور قدم نڈھال ــــ اسے برسوں بعد اچانک گھر میں دیکھ کر اس کی بوڑھی ماں کا جھریوں آلود چہرہ خوشی سے دمک اٹھا۔ اس نے اسے اپنے گلے سے لگا لیا معصوم لتا اور ننھے راجو کو بار بار چومنے لگی اور سرلا پر بے شمار سوالوں کی بوچھار کر دی۔ سرلا کا ذہن خیالوں میں گھرا ہوا تھا۔ وہ تھکی تھکی سی گہری ان نگاہوں سے اپنے گھر کا جائزہ لے رہی تھی۔ گھر تو وہی پرانا تھا مگر در و دیوار کا رنگ و روغن بدل گیا تھا۔ کمروں اور دالانوں میں بجلی کے بلب لگے ہوئے تھے اور پتا جی کے کمرے میں ٹیبل پر ایک خوب صورت سا ریڈیو سٹ رکھا ہوا تھا۔ پتا جی گھر میں نہیں تھے کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔ لتا اور ننھے راجو کو اپنی بوڑھی ماں کے پاس چھوڑ کر وہ اکیلی ہی سارے گھر کو گھوم پھر کر دیکھنے لگی۔ جب وہ سرخ پتھر کے بنے ہوئے اس بڑے کمرے میں پہنچی جہاں اناج رکھا جاتا تھا تو اسی اجنبی خوشبو نے یہاں بھی اس کا خیر مقدم کیا۔ کمرے میں ایک طرف مونگ پھلی کا ڈھیر لگا ہوا تھا تو دوسری طرف آلو، ادرک اور پیاز کے انبار لگے ہوئے تھے۔ اناج کے کمرے میں جوار گیہوں اور دھان کا نام و نشان تک نہ تھا۔ پھر یہ لوگ کیا کھاتے ہیں؟ زندہ کس طرح رہتے ہیں؟

سرلا کے ذہن میں بے شمار سوال اُبھر آئے تھے ــــ اور اس کی بوڑھی ماں کہہ رہی تھی۔

"اب بادل پور کے کھیتوں میں اناج نہیں اُگایا جاتا ہے۔ اناج کی کاشت میں نفع کم اور پریشانی زیادہ تھی ــــ اور اب ہمیں پریشان ہونا نہیں پڑتا گنے، آلو اور پیاز سے ہمیں چار گنا زیادہ آمدنی ہوتی ہے۔" ماں نے رک رک کر کہا۔

"پُرانا زمانہ گزر گیا بیٹی ــــ یہ نیا زمانہ نئی قسم کی فصلوں اور نئے ڈھنگ کی زراعت کا زمانہ ہے۔"

سرلا کا دل پھڑ پھڑا کر ڈوب گیا۔ تو یہ لوگ اب کھیتوں میں اناج نہیں اُگاتے۔ اناج جس پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے۔ اور اس کے بجائے گنا، آلو، پیاز اور تمباکو اگاتے ہیں جس سے انھیں چار گُنا زیادہ آمدنی ہوتی ہے۔ تو بادل پور کے لوگ بھی اب ان اصطلاحوں میں سوچنے لگے ہیں۔ صرف نفع کی خاطر کھیتوں کو اناج کی فصلوں سے محروم کر رہے ہیں تو یہی ہیں وہ لوگ جنکی بدولت شہری لوگ اناج کے لیے پریشان ہو رہے ہیں۔ یہی ہے وہ ذہنیت جس کی وجہ سے اناج کمیاب اور گراں ہوگیا ہے؟ میرے گھر والے ہی میری تباہی کے ذمہ دار ہیں۔ بادل پور والوں کی اسی ذہنیت کے سبب شیام مجبور اور مقروض ہوگیا اور اب میں ان ہی لوگوں کا سہارا لینے یہاں آئی ہوں۔ کاش میں یہاں نہ آئی ہوتی ــــ سرلا کے دل میں ایک آگ سی بھڑک اٹھی تھی۔ اور شام رات میں ڈھل رہی تھی۔

شام کے سائے گہرے ہوئے تو گھر بجلی کی روشنیوں سے جگمگا اٹھا۔ اور سرلا کے پتا جی گھر میں داخل ہوئے۔ ان کے پیچھے نوکر ایک تھیلا اٹھائے ہوئے

چلا آیا۔ انھوں نے سرلا اور اس کے بچوں کو نہیں دیکھا صحن میں کھڑے کھڑے ہی اپنی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے بولے۔

"بادل پور کے بازاروں میں بھی اب اناج کا ملنا دشوار ہو گیا ہے۔ پیسہ رکھتے ہوئے بھی پریشان ہونا پڑ رہا ہے۔ سرکاری دُکان سے صرف ہفتے بھر کا راشن ملتا ہے اور وہ بھی بڑی مشکل سے" کہتے ہوئے انھوں نے کنوئیں پر رکھی ہوئی بالٹی سے پانی لوٹے میں انڈیل لیا۔ اور ہاتھ منہ دھو کر اندر دالان میں بچھے ہوئے چوبی تخت پر آ کر بیٹھ گئے ـــــ وہ ابھی بیڑی جلانے ہی والے تھے کہ سرلا تیزی سے ان کی طرف بڑھی جلدی سے انھیں پرنام کیا، ان کے چرن چھوئے اور گھٹی گھٹی سی آواز میں بولی۔

"اناج کی قلت اور گرانی نے شہر میں ہمارا جینا دو بھر کر دیا ہے۔ میں سمجھ رہی تھی کہ بادل پور میں ایسی حالت نہیں ہو گی ـــــ مگر یہاں بھی وہی معاملہ ہے۔ خود کاشتکار کے گھر میں اناج نہیں ہے۔" سرلا کی آواز رُندھ گئی اور بڑی بڑی خوب صورت آنکھوں میں آنسو آ گئے ـــــ "آپ لوگ یہ کیسی زراعت کرنے لگے ہیں بابو ـــــ کھیتوں میں کہیں بھی اناج کی فصل نہیں دکھائی دیتی۔ اناج کے گھر میں اناج کا ایک دانہ بھی نہیں ہے۔ اب وہ لوگ کیا کریں گے جو شہروں میں رہتے ہیں اور جن کے لیے آپ لوگ آج تک اناج پیدا کرتے تھے۔" اس نے سسک کر کہا۔

"آپ کھیتوں میں گنّا اور تمباکو ضرور لگائیے مگر انھیں اناج کی فصلوں سے بھی محروم نہ کیجئے۔"

سرلا کے بوڑھے باپ کے لیے یہ ساری باتیں اچانک اور غیر متوقع تھیں۔ اس کی حالت ایک ایسے آدمی کی سی ہو گئی جو ظلمات کی تاریکی سے ایک دم پردۂ نور پر آ گیا ہو۔ وہ حیرت اور ندامت سے اپنی بیٹی کو گھورتا رہ گیا ـــــ اور سرلا زور زور سے سسک رہی تھی ـــــ اس کے دل کے سارے زخم ہرے ہو گئے تھے ـــــ وہ زخم جو شہر کی مہنگی مشینی زندگی نے لگائے تھے وہ درد کی آگ میں سر سے پیر تک جل رہی تھی۔

●●

☆

میر تقی میرؔ سے انٹرویو

(بسلسلہ صفحہ ۱۱)

میرؔ: تحصیلِ علم کرنے سے دیکھا نہ کچھ حصول
میں نے کتابیں رکھیں اٹھا گھر کے طاق میں

شادؔ: اور آپ کا مذہبی نقطۂ نظر کیا ہے قبلہ!

میرؔ: اس کے فروغِ حسن سے جھمکے ہے سب میں نور
شمعِ حرم ہو یا کہ دیا سومنات کا

شادؔ: اس دنیا کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟

میرؔ: تعمیر و مکان و جنت ایکوں کو سب جگہ ہے
ایکوں کو جا نہیں ہے دنیا عجب جگہ ہے

شادؔ: ہم اہلِ دنیا کے لیے کوئی نصیحت؟

میرؔ: جی میں آوے سو کیجو پیارے
ایک ہو جیو نہ در پئے آزار

شادؔ: یہ فرمائیے کہ اب ملکِ عدم میں آپ کے مشاغل کیا ہیں؟

میرؔ: اور کچھ شغل نہیں ہے ہمیں
گاہ بے گاہ غزل سرائی ہے

شادؔ: آپ کی قابلِ رشک شہرت کے پیشِ نظر آخر میں صرف اتنا دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ـــــ

میرؔ: (بات کاٹ کر) مشہور ہیں عالم میں مگر ہوں بھی کہیں ہم
القصہ نہ درپے ہو ہمارے کہ نہیں ہم

☆

چور بازاری، دیش سے غداری

شاطر ہریانوی

غزل

آج تک آدمی بے خبر ہے
اس کی منزل کہاں ہے کدھر ہے

ہر نظر اس نظر کی ہے خواہاں
کتنی دل آفریں وہ نظر ہے

روئے روشن لیے کون گزرا
کہکشاں آج ہر رہ گزر ہے

ہے عنایت غمِ زندگی کی
جس کی دیکھو وہی آنکھ تر ہے

گل کھلائے وہ حرص و ہوس نے
نظمِ عالم ہی زیر و زبر ہے

ہر طرف حسرتوں کے ہیں لاشے
کتنا آباد دل کا نگر ہے

کون غم دوسرے کا اٹھائے
اپنا ماتم کناں ہر بشر ہے

زندگی کی کٹھن منزلوں میں
دردِ ہستی ہی زادِ سفر ہے

آشیاں جل گیا خیر گزری
برق کی گلستاں پہ نظر ہے

آشیاں کی نہیں فکر شاطر
مجھ کو تو خطرۂ بال و پر ہے

اہم سرکاری فیصلے

- حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ ریاست کے کسی بھی دریا میں، لائسنس کے بغیر کوئی بھی کشتی مسافروں کو دریا پار نہ کرا سکے گی، ایسے مقامات پر بھی جہاں کوئی باقاعدہ کشتی گھاٹ نہ ہو، مسافروں کو دریا پار کرانے والی ہر کشتی کا معائنہ کیا جائے گا اور ہر کشتی میں بچاؤ آلات، لگائے جائیں گے۔
- فیصلہ کیا گیا ہے کہ ریاست میں جتنی نئی صنعتیں شروع کی گئی ہیں، وہ جن اراضی پر قائم ہیں، ان اراضی کے ادائی محصول میں مراعات دے کر ان کی امداد کی جائے اس فیصلے کے بموجب نئی صنعتوں کو پانچ سال تک صرف نصف محصول ادا کرنا ہوگا۔ اس رعایت سے فائدہ اٹھانے والی صنعتوں میں سرکاری شعبے کی صنعتیں ہیوی الکٹریکلس اور سنتھٹک ڈرگس شامل ہیں۔
- حکومت نے ضلع کھمم میں کتہ گوڑم فرٹیلائیزرس فیکٹری کے لیے ۱۰۰۰ ایکڑ صحرائی اراضی کو محفوظ کرنے کا فیصلہ واپس لے لیا ہے۔
- ریاست کے علاقہ آندھرا و تلنگانہ میں مروجہ قانون قمار بازی میں ترمیم کرنے اور یکسانیت پیدا کرنے کی غرض سے کابینہ نے ایک مسودۂ قانون منظور کیا ہے۔ اس مسودۂ قانون کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ اس میں قمارخانوں کے مالکوں اور ایجنٹوں کو سزا دینے کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے۔
- فیصلہ کیا گیا ہے کہ ان اجازت ناموں کے تعلق سے جن کی فیس ۵۰۰ روپے یا اس سے کم تھی، قواعد آبکاری کی خلاف ورزی کرنے والوں پر عائد کردہ جرمانوں کو قلمزد کر دیا جائے۔
- حکومت نے ہاؤزنگ بورڈ کے چیرمین کے لیے معاوضہ مقرر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔
- فیصلہ کیا گیا ہے کہ آندھرا پردیش کو۔آپریٹیو سنٹرل بینک کے سرمایۂ حصص میں ۲۸ لاکھ روپیہ لگایا جائے۔ اتنی ہی رقم یہ بینک بھی ریزرو بینک آف انڈیا کی قومی زرعی قرضہ اسکیم سے قرض حاصل کرنے کے لیے لگائے گا۔
- حکومت نے دہلی کی آندھرا وینتا منڈلی کو ۵۰۰۰ روپے کی گرانٹ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔
- فیصلہ کیا گیا ہے کہ آندھرا پردیش کو۔آپریٹیو سنٹرل زمین گردی بینک کو اسٹیٹ بینک آف حیدرآباد سے مزید ۵۰ لاکھ روپے کے نقد قرضے کی ضمانت دی جائے۔

ضلعوں کے انچل سے

کوآپریٹیو سیمینار

کلکٹر نے ۱۲ مئی کو کوآپریٹیو سیمینار کا افتتاح کیا ضلع کے ہر حصے سے ۲۰۰ سے زیادہ نمائندوں نے اس دو روزہ سیمینار میں شرکت کی۔

موضع میں برقی

اٹنور تعلقے کے موضع تورہن میں ۹ مئی کو برقی بالو کی گئی۔

چتور:

مدرسے کی عمارت

وزیر بلدی نظم و نسق نے تروپتی میں ۶ مئی کو ہر و میونسپل ہائی اسکول کی عمارت کا افتتاح کیا۔

کڑپا:

مدرسے کی عمارت

وزیر پنچایت راج نے پرڈاتور پنچایت سمیتی کے موضع درشن پلی میں ایک مدرسے کی عمارت کا افتتاح کیا۔

حیدرآباد:

پنچایت راج کانفرنس

وزیر پنچایت راج نے ۲۵ اپریل کو میڑچل میں حیدرآباد ضلع پنچایت راج کی تین روزہ کانفرنس کا افتتاح کیا

تربیتی کیمپ

پرگی پنچایت سمیتی کے موضع زنگ پور میں ۶ مئی کو ایک سہ روزہ گرام سیوک تربیتی کیمپ کا افتتاح کیا گیا۔

مواضعات میں برقی کا افتتاح

وزیر فینانس نے ۱۱ مئی کو سلطان پور اور بوم پلی کے مواضعات میں برقی کے افتتاح کی تقریب انجام دی۔

کریم نگر:

ضلع سمیلن

وزیر پنچایت راج نے کریم نگر میں ۳۰ اپریل کو ضلع پنچایت راج کا افتتاح کیا۔

کرشنا:

کوآپریٹیو رائس مل

ریاستی وزیر امداد باہمی نے ۷ مئی کو موضع پرشادم پاڑو میں کوآپریٹیو رائس مل کا سنگ بنیاد رکھا۔

مویشیوں کی ترقی

ریجنل کیٹل ڈیولپمنٹ یونٹ، موواکی سب یونٹ کی عمارت کا ۴ مئی کو گوجی نینی پالم میں سنگ بنیاد رکھا گیا۔

نیو گولا کونڈو ڈرین

مرکزی وزیر آب پاشی و برقی نے ۵ مئی کو لنکی پاڑو سمیتی میں نیو گولا کونڈو ڈرین کا سنگ بنیاد رکھا۔

محبوب نگر

تربیتی کیمپ

اچم پیٹھ پنچایت سمیتی کے موضع اپونتملا میں ۲۹ اپریل کو ایک سہ روزہ اننی گریڈ گرام سیوک تربیتی کیمپ منعقد کیا گیا۔

میدک:

مدرسے کی عمارت

ڈباک پنچایت سمیتی میں بہ مقام بھوم پلی ۲۱ اپریل کو ایک نو تعمیر شدہ اسکول کی عمارت کا افتتاح ہوا۔

نلگنڈہ:

آپریشن

موضع منی پم پولا میں ۱۵ اپریل کو چار ڈاکٹروں کی ایک جماعت نے نس بندی ۳۸ آپریشن کیے۔

نلور:

وزیر تعمیرات نے ۱۲ مئی کو تھاتی پارتھی کے قریب لوڈوم واگو پر ایک پل کا سنگ بنیاد رکھا۔

بچوں کی صحت

کلکٹر نے ۶ مئی کو اندلن پیٹھ پنچایت سمیتی میں بمقام پدا اپررکرد، بچوں کو متعدد بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے پروگرام کا افتتاح کیا۔

نظام آباد

برقی

کلکٹر نے ۲۹ اپریل کو موضع چرماجی واڑی میں برقی قوت کا افتتاح کیا۔

صدر مدرسوں کا سیمنار

۲۵ اور ۲۶ اپریل کو نظام آباد ضلع پریشد ہائی اسکولوں کے صدر مدرسوں کا سیمنار منعقد ہوا۔

وساکھاپٹنم

پنچایت راج سیمنار

ضلع کے کلکٹروں نے ۳۱ اپریل کو ایلمن چلی میں پنچایت راج سیمنار کا افتتاح کیا۔

صنعتی نمائش

مدیر داخلہ نے ۲ مئی کو وساکھاپٹنم میں تیسری وساکھاپٹنم صنعتی نمائش کا افتتاح کیا۔

مغربی گوداوری

کھیا سیوکوں کی کانفرنس

ایلورو میں ۱۲ مئی کو ضلع کے کھیا سیوکوں کی کانفرنس منعقد ہوئی۔

اقامتی مدرسہ

موضع چنڈاپلی میں ۹ اپریل کو ایک اقامتی مدرسہ تحتانیہ کا افتتاح کیا۔

•

اپنی اپنی وسعتِ فکر و یقیں کی بات ہے جس نے جو عالم بنا ڈالا وہ اس کا ہو گیا

جگر مرادآبادی

•

ہندوستان میں ... اور یہ ہے وزیر سلطان کا

جنوبی مشرقی ایشیا میں سگریٹ بنانے کا سب سے بڑا کارخانہ یہ وزیر سلطان ٹوباکو کمپنی لمیٹڈ کی ملکیت ہے۔ یہ ہندوستان میں حیدرآباد، آندھرا پردیش میں واقع ہے۔ یہ دنیا کے بہترین کارخانوں میں سے ایک ہے جہاں نہایت تیز رفتار آٹومیٹک مشینوں کے ذریعہ سگریٹیں بنائی جاتی ہیں اور جہاں بہترین فنی ماہرین اور کوالٹی کنٹرول کرنے والے سائنسداں کام کرتے ہیں۔ اسے سگریٹ سازی کی نئی تحقیق کے فائدے بھی حاصل ہیں۔ وہ کونسی مشہور سگریٹ ہے جو اس کارخانہ میں بنتی ہے؟ یہ ہے چارمینار۔

چارمینار کی تیز خوشبو اور لاجواب مزہ نے اسے ہندوستان کی سب سے زیادہ عام پسند سگریٹ بنا دیا ہے۔ سارے ملک میں پی جانے والی ہر چار سگریٹوں میں ایک چارمینار ہوتی ہے۔ اس رفتار سے کوئی [illegible] کروڑ چارمینار ہر مہینے پی جاتی ہیں! اتنی بڑی مانگ پوری کرنے کے لئے پیداوار کی رفتار بھی زبردست ہونی چاہئے ... یعنی فی منٹ ۲۰۰۰۰ سگریٹوں سے بھی زیادہ۔ کوئی عالمی پیمانہ کی کمپنی ہی ایسی زبردست مانگ پوری کر سکتی ہے۔ ہندوستان میں وزیر سلطان ٹوباکو کمپنی لمیٹڈ حیدرآباد اس کی تکمیل کرتی ہے!

چارمینار — سب میں اعلیٰ — ہندوستان کی عظیم الشان سگریٹ!

دی وزیر سلطان ٹوباکو کمپنی لمیٹڈ

ہندوستان کی عظیم الشان سگریٹ بنانے والے!

ماہِ گذشتہ کے اہم واقعات

ریاست میں

۱۹ اپریل:

چیف منسٹر نے تعالی ترکنڈورو سٹرک کی ریلوے یول کراسنگ پر سٹرک کی پل کا افتتاح کیا۔

۲۵ اپریل:

مسز وجے لکشمی پنڈت نے حیدرآباد میں خاتون مصنفین کے کل ہند سمینار کا افتتاح کیا۔

۲۶ اپریل:

حیدرآباد میں منصوبہ بندی کی اسٹیٹ اڈوائیزری کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا۔

۲ مئی:

چیف منسٹر نے حیدرآباد میں لائف انشورنس کارپوریشن کے ڈویژنل آفس کی نئی عمارت کا افتتاح کیا۔

۷ مئی:

رام گنڈم میں ۲۰۰ میگاواٹ تھرمل پاور اسٹیشن کے قیام کے لیے اسٹیٹ الکٹریسٹی بورڈ اور ڈاکٹر جے۔ ڈی تیجا کے درمیان ایک معاہدے پر حیدرآباد میں دستخط ہوئے۔

اندرون ہند

۱۹ اپریل، پریسیڈنٹ ڈاکٹر رادھاکرشنن لندن سے نئی دہلی واپس ہوئے۔

۲۱ اپریل:

سری نگر میں تمام ہوٹل والوں، رستوران والوں اور ٹریول ایجنٹوں کا پہلا مشترکہ کل ہند کنونشن شروع ہوا۔

۲۹ اپریل:

صدر تیونس کے نمائندۂ خصوصی مسٹر مونگی سیلم ہندوستان کے سرکاری دورے پر نئی دہلی پہنچے۔

۳۰ اپریل:

پریسیڈنٹ نے آندھرا پردیش (علاقۂ تلنگانہ) کے لگان داری و زرعی اراضی کے مسودۂ قانون (ترمیم) بابتہ ۱۹۶۵ء، آندھرا پردیش آب پاشی (آبی وسائل کی تعمیر اور دیکھ بھال) کے مسودۂ قانون بابتہ ۱۹۶۴ء اور آندھرا پردیش بھودان اور گرام دان کے مسودۂ قانون بابتہ ۱۹۶۴ء کی منظوری دی۔

یکم مئی:

نائب صدر جمہوریہ نے تروونمبور میں بھارت ہیوی الکٹریکلس کے ہائی پریشر بائیلر پلانٹ کا افتتاح کیا۔

کرناٹک موسیقی کے مشہور و معروف استاد شری جی۔ این بال سبرامنیم کا ٹریونڈرم میں انتقال ہوگیا۔

۳ مئی:

برطانیہ کے دفاعی اسٹاف کے صدر ارل ماؤنٹ بیٹن چار روزہ دورے پر نئی دہلی پہنچے۔

۴ مئی:

پلاننگ کمیشن کے ڈپٹی چیرمین شری اشوک مہتا سوویٹ یونین کے بارہ روزہ دورے پر ماسکو روانہ ہوئے۔

۷ مئی:

وزیر اعظم نے نئی دہلی میں اسٹیٹ انفارمیشن کے وزیروں کی کانفرنس کا افتتاح کیا۔

۱۱ مئی:

لوک سبھا کا اجلاس بلا تعینِ مدت ملتوی ہوگیا۔

۱۳ مئی:

راجیہ سبھا میں مرکزی وزیر رسل و رسائل نے راج مندری کے قریب گوداوری کے ریلوے پل کے اوپر ایک روڈ ڈیک کی تعمیر کے لیے ایک کروڑ روپے کی منظوری کا اعلان کیا۔

۱۶ مئی:

شری موہن لال سکسینہ سابق وزیر بازآبادکاری کا نئی دہلی میں انتقال ہوگیا۔

بیرونِ ہند

۱۸ اپریل:

پریسیڈنٹ ڈاکٹر رادھا کرشنن نے ماسکو کے ہوائی اڈے پر سوویٹ پریسیڈنٹ کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا۔

۱۹ اپریل:

سکم کے مہاراجہ نے گنگٹوک میں سکم کے سب سے بڑے ہائیڈل اسٹیشن کا افتتاح کیا۔

۲۱ اپریل:

واشنگٹن میں عالمی بینک کے ہیڈکوارٹرس پر آل انڈیا کنسورشیم کا اجلاس ہوا۔

۲۳ اپریل:

وزیر اعظم شری لال بہادر شاستری نیپال کے تین روزہ دورے پر کھٹمنڈو پہنچے۔

۲۴ اپریل:

نیپال کے راجہ مہندرا نے نیپال میں بہ مقام بھیم نگر کوسی بیریج کا افتتاح کیا۔

وزیر اعظم شری لال بہادر شاستری نے کوسی پروجکٹ کے مغربی کنال کی کھدائی کے کام کا افتتاح کیا۔

۳۰ اپریل:

حکومت برطانیہ نے ۱۴ اسٹیل کمپنیوں کو قومیانے کا اعلان کیا۔

۱۰ مئی:

گھانا کے پریسیڈنٹ نکرومہ نے اکرا میں چوتھی افریقی ایشیائی اتحاد کانفرنس کا افتتاح کیا۔

۱۲ مئی:

وزیر اعظم شری لال بہادر شاستری سوویٹ روس کے آٹھ روزہ دورے پر ماسکو پہنچے۔

۱۴ مئی:

چین نے دوسرے ایٹم بم کا تجربہ کیا۔

●●

●

بڑھتی پیداوار بہترین تیاری

●

افکار و اقوال

ریاست خانم

حال ایک لمحہ ہے کسی پاک دامن دوشیزہ کی طرح معصوم۔ یہ زمانے کی تلوار کی تیز دھار جو ماضی کو کاٹ کر مستقبل سے جدا کر دیتی ہے۔ یہ دفعتاً پیدا ہوتی ہے اور آناً فاناً معدوم ہو جاتی ہے۔

(آربندو گھوش)

لوگ اگر دیو مالا کی کہانیوں کو لفظاً بہ لفظاً صحیح سمجھنے لگیں تو وہ محض خرافات اور فضولیات کا مجموعہ بن جاتی ہیں۔ لیکن اگر انسان آنکھ بند کر کے ان پر ایمان نہ لائے تو یہ کہانیاں ایک نیا حُسن اور نئی تاثیر لے کر ہمارے سامنے آتی ہیں ـــــــ میں اکثر سوچتا ہوں کہ جن مردوں اور عورتوں نے روشن خواب اور تخیّل تعمیر کیے وہ کیسے ہوں گے اور فکر و تخیّل کی کس کان سے انھوں نے یہ ہیرے کھود کر نکالے ہوں گے۔

(جواہر لعل نہرو)

ازدواجی زندگی کی صبح میں تمنا اپنے گلابی نشے کے ساتھ طلوع ہوتی ہے اور دل کے آسمان کو پورے طور پر اپنی سنہری کرنوں سے رنگ دیتی ہے، پھر دوپہر کی تیز تپش کا وقت آتا ہے، دم بہ دم بگولے اٹھتے ہیں اور زمین کانپنے لگتی ہے۔ تمنا کا سنہرا پردہ ہٹ جاتا ہے اور اصلیت اپنی عریانی میں آگے آ کھڑی ہوتی ہے۔ اس کے بعد آرام دہ شام آتی ہے۔ جب ہم تھکے ہوئے مسافروں کی طرح دن بھر کی مسافت کا حال کہتے اور سنتے ہیں ـــ بے غرضانہ انداز سے، گویا ہم کسی اونچی چوٹی پر جا بیٹھے ہیں، جہاں نیچے کا شور و غل ہم تک نہیں پہنچتا۔

(پریم چند)

میرے نزدیک اگر آپ میں سے ہر شخص لمحہ ہو جائے تو اس سے بہتر ہے کہ آپ توہم پرست اور سادہ لوح بن کر رہ جائیں۔ اس لیے کہ لمحہ ایک جیتا جاگتا انسان ہے اور اس سے کوئی کام لیا جا سکتا ہے، توہم پرستی وہ چیز ہے کہ جہاں اس کا دخل ہوا عقل غائب ہو جاتی ہے، دماغ ماؤف ہو جاتا ہے اور زندگی کی سطح پست ہو جاتی ہے۔

(وویکانند)

اسرار پرستی اور ضعیف الاعتقادی ہمیشہ کمزوری کی نشانی ہوتی ہے۔

(وویکانند)

جیت کر آپ اپنی دغا بازیوں کی ڈینگ مار سکتے ہیں۔ جیت میں سب کچھ معاف ہے، مگر ہار کی شرم تو پی جانے ہی کی چیز ہے۔

(پریم چند)

ہر اس چیز کو جو تمھیں جسمانی، ذہنی اور روحانی حیثیت سے کمزور کرتی ہے، زہر ہلاہل سمجھو اور اس سے پرہیز کرو اس میں کوئی زندگی کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ وہ ہرگز حق نہیں ہو سکتی۔ حق قوت اور حیات بخشتا ہے۔ حق عفت کا نام ہے، حق کمال علم کا نام ہے۔

(وویکانند)

ی گوتی پاٹی چیرمن لیجسلیٹیو کونسل نے ۱۷ - اپریل کو
گنٹور میں دگی رالا کواپریٹیو زمین گروی بنک کی
سلور جوبلی تقاریب کا افتتاح کیا -
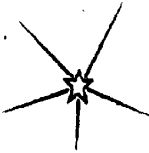
گورنر نے اپنے ایک حالیہ دورہ میں چتور ضلع پریشد کیا
اراکین کو مخاطب کیا -

وزیر عمال و مواصلات شری بی-وی - گ. ومورتی ۱۸ - اپریل
کو نندیال میں مزدور قائدین کے ساتھ -
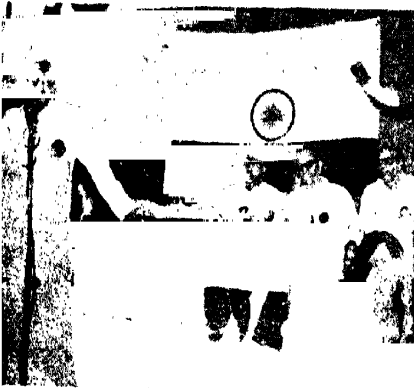
ڈاکٹر ایم چنا ریڈی میڑچل میں ۲۵ - اپریل کو پنچا
سمیلن کو مخاطب کررہے ہیں -

وزیر اعظم نے ۷۔ مئی کو نئی دہلی میں وزرائے اطلاعات
کانفرنس کا افتتاح کیا۔
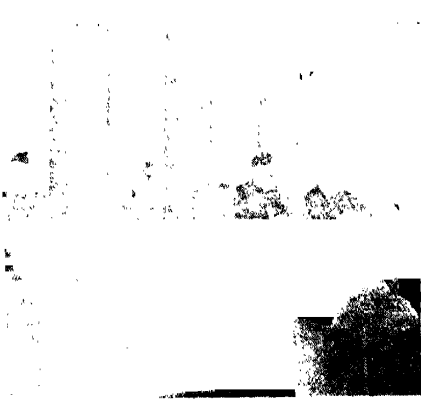
مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات شریمتی اندرا گاندھی
وزرائے اطلاعات کو مخاطب کر رہی ہیں۔

کانفرنس کا ایک منظر

کشمیری مسائل کے تعلق سے چائے پر بات چیت ہو رہی

مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات شریمتی اندرا گاندھی
کے ساتھ شری وی۔ بی گرومورتی۔ نائب وزیر
اطلاعات شری سی۔ آر پٹابھی رامن بھی
تصویر میں نظر آ رہے ہیں

ٹر شری کے برہمانند ریڈی نے حیدرآباد میں
و لائف انشورنس کارپوریشن کی نئی عمارت
«جیون پرکاش» کا افتتاح کیا۔

ڈاکٹر ایم۔ لکشمی نرسیا نے اس تقریب کی
صدارت فرمائی۔

شورنس کارپوریشن کے ڈویژنل مینیجر شکریہ
ادا کر رہے ہیں۔

افتتاحی تقریب میں شریک ہونے والے حاضرین
کی ایک تصویر۔

واھر لال نہرو میموریل فنڈ کی علاقائی سب کمیٹی کی
ذیلی کمیٹی کا اجلاس چیف منسٹر کی صدارت میں
۲۰۔ اپریل کو منعقد ہوا۔

شریمتی وجئے لکشمی پنڈت ۲۵۔ اپریل کو آل انڈیا
ویمنس رائیٹرس کانفرنس کا افتتاح کر رہی ہیں۔

ی زبان کی یونین، عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کی سالانہ
افتتاحی تقریب کے موقع پر ۳۰۔ اپریل کو حکومت
آندھرا پردیش کے چیف سکریٹری
شری کے۔ این اننت رامن صدارتی
تقریر کررہے ہیں۔

وزیر تعمیرات شری اے۔ سی۔ سبا ریڈی گرزل میں
ناگرجنا ساگر آیاکٹ ڈیولپمنٹ قرضہ اسکیم
کا افتتاح گررہے ہیں۔ ضلع پریشد کے
چیرمن شری ایم ناگیشور راؤ اور آندھرا
پردیش کوا پریٹیو زمین گروی بنک کے
صدر شری وینکل ریڈی بھی
تصویر میں نظر آرہے ہیں
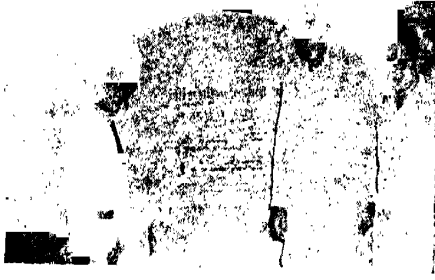
وزیر تعمیرات شری۔اے۔سی۔سبا ریڈی نے ۹۔اپریل کو سنگا ریڈی میں ڈسٹرکٹ اسٹیڈیم کا سنگ بنیاد رکھا۔

اے۔سی۔سبا ریڈی نے ۸۔اپریل کو لکشٹی پیٹھ ضلع عادل آباد میں زرعی سمینار اور نمائش کا افتتاح کیا۔

لکشٹی پیٹھ میں منعقدہ زرعی کانفرنس کے باب الداخلہ کا ایک منظر۔

راشٹرا کے چیف منسٹر شری وی۔پی۔نائک نے ۱۰۔اپریل کو نکنڈہ ضلع ورنگل میں بنجارہ کانفرنس کا افتتاح کیا۔

« جیون پرکاش »

۲-اپریل کو سکریٹریٹ کے کمیٹی ہال میں منصوبہ بندی
کی نو تشکیل شدہ مشاورتی کمیٹی کا دوسرا اجلاس
منعقد ہوا۔

۱۱-اپریل کو بیگم پیٹھ کے ہوائی اڈے پر کینیڈا کے
ہائی کمشنر مسٹر رولینڈ مچینار کی آمد۔

یف منسٹر شری کے۔ برہمانند ریڈی نے ۲۱-اپریل کو
حیدرآباد میں گورنمنٹ ڈسٹلیریز امپلائز یونین کی
دوسری سالانہ کانفرنس کا افتتاح کیا۔

بالما۔ جسکی بینائی، مصنوعی آنکھ لگانے سے عود
کرآئی۔ یہ آنکھ آنجہانی مہیشوری کی عطیہ کے
طور پر دی ہوئی تھی۔

فیلڈ افسر بڑی توجہ سے وزیر کی تقریر سن رہے ھیں۔
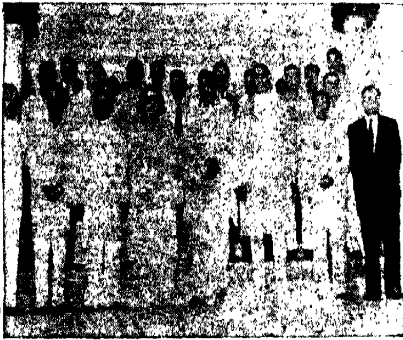
شری بی۔ وی گروموورتی وزیر عمال و اطلاعات نے ۲۰۔مئی کو اطلاعات اور تعلقات عامہ کے فیلڈ افسروں کی سالانہ کانفرنس کا افتتاح کیا۔

معاہدہ پر دستخط کے بعد ایک تصویر لی گئی جس میں شری اے۔ سی۔ سبا ریڈی۔ اسٹیٹ الکٹرسٹی بورڈ کے صدر شری جے۔وی۔ نرسنگ راؤ، شری جے۔ دھرما تیجا اور شریمتی تیجا اور اعلی عہدیدار نظر آرہے ھیں

مگنڈم میں ۲۰۰ مگاواٹ تھرمل پاور اسٹیشن کے قیام کے لئے اسٹیٹ الکٹرسٹی بورڈ اور ڈاکٹر دھرما تیجا کے درمیان حیدرآباد میں ۷ مئی کو ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے۔

وزیر تعمیرات شری اے۔ سی سبا ریڈی اس موقع پر تقریر کررہے ھیں۔

بنجارہ کانفرنس کے حاضرین کا ایک منظر

« پروگامن چنا بھارتی » ضلع مغربی کے گیت اور ڈرامہ سمینار میں بی-ایم-وی- میونسپل ہائی اسکول پالا کول کے طلباء بورا کتھا پیش کر رہے ہیں۔

حکومت ہند کی تشکیل دی ہوئی فرٹیلائزرس اکسپرٹ کمیٹی کے اراکین جس کے صدر حکومت اڑیسہ کے چیف سکریٹری شری ایس شیورامن ہیں ضلع مغربی گوداوری میں بمقام میرو وقت سے پہلے تیار ہونے والی فصل کا معائنہ کر رہے ہیں۔

گنٹور کے اسٹیڈیم میدان میں منعقدہ صنعتی نمائش میں انفارمیشن اسٹال۔

ریاستی اطلاعات

پھاگیالانگی واگو پروجکٹ

حکومت نے ضلع کھمم کے تعلقہ بھدراچلم میں موضع پیٹر کوٹا کے قریب پھاگیالانگی واگو پروجکٹ کی تعمیر کے بلا واسطہ اور بالواسطہ اخراجات کے لئے (۱۰۶۸۰۰۰) روپئے کے خرچ کی منظوری دی ہے

موٹی اجناس کی آمد کے اجازت نامے

حکومت آندھرا پردیش نے زائد ناظم سیول سپلائیز بہ اعتبار عہدہ زائد معتمد مجلس مال کو حکم نگرانی برآمد (موٹی اجناس) آندھرا پردیش ۶۵ء کے فقرہ (۳) کے تحت اجازت نامے جاری کرنے کا مجاز گردانا ہے۔

حکومت نے تعلقوں کے تحصیلداروں اور ذیلی تعلقوں کے آزادانہ چارج رکھنے والے نائب تحصیلداروں کو بھی ریاست آندھرا پردیش میں اپنے اپنے حدود اراضی میں مذکورہ حکم کے فقرہ (۴) کے تحت اجازت نامے جاری کرنے کا مجاز گردانا ہے۔

ریاست سے باہر شکر کی منتقلی

حکومت آندھرا پردیش نے ناظم سیول سپلائز زائد ناظم سیول سپلائز اور شریک ناظم سیول سپلائز آندھرا پردیش کو اس کا مجاز گردانا ہے کہ وہ شخصی استعمال کے لئے ریاست سے باہر تک شکر کے حمل و نقل کے اجازت نامے جاری کریں۔

کمرشیل ٹیکس کے قوانین

حکومت نے یکم اپریل ۱۹۶۵ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۶۶ء تک مزید ایک سال کے لئے مقررہ فیس کی ادائی پر ڈیلرس کو قوانین کمرشیل ٹیکس کی ترمیمات، قواعد اور اعلانات وغیرہ کی نقول کی فراہمی کی اسکیم کو جاری رکھنے کی منظوری دی ہے۔ صرف ایسے مسودہ ہائے قوانین مرمجہ قوانین وغیرہ یا قواعد، اعلانات اور پریس نوٹ وغیرہ جو اس مدت کے دوران میں اجراء ہوئے ہوں مہیا کئے جائیں گے۔

رجسٹریشن یا رجسٹریشن کی تجدید کی اقل ترین فیس ایک سال کے لئے ۱۵ روپے ہوگی۔ اس فیس کی ادائی پر متعلقہ شخص کاغذات کی صرف ایک نقل پانے کا مستحق ہوگا۔ اگر نقل کی زائد کاپیاں درکار ہوں تو ہر زائد کاپی کے لئے ۵ روپے کی مزید فیس لی جائے گی۔ اگر نقل کی زائد کاپیاں درکار ہوں تو ہر زائد کاپی کے لئے ۵ روپے کی مزید فیس لی جائے گی۔ کسی ایک رجسٹر شدہ شخص کو زیادہ سے زیادہ پانچ کاپیاں دی جائیں گی جن کی فیس ۱۵ روپے جمع ۲۰ روپے (۴ × ۵) ۳۵ روپے ہوگی۔

کوئی شخص بھی مقررہ فیس ادا کرکے دوران سال کسی وقت بھی اپنا نام درج رجسٹر کرواسکتا ہے یا اپنے رجسٹریشن کی تجدید کرواسکتا ہے۔ لیکن ایسے ہر شخص کو اس تاریخ کے بعد کے جز قوانین وغیرہ یا قواعد وغیرہ کی کاپیاں دی جائیں گی جس تاریخ کو کہ اس کا نام درج رجسٹر ہوا ہے۔ اور اجرائی کا یہ عمل ۳۱ مارچ ۱۹۶۶ء تک ہوگا۔ ہر وہ شخص جس نے اپنا نام درج رجسٹر کروایا ہوا اپنے پتہ وغیرہ میں اگر کوئی تبدیلی ہو تو اس کی اطلاع دے سکے گا۔ تمام مراسلت اور نقول وغیرہ روانگی دیئے ہوئے پتہ پر معمولی ڈاک کے ذریعہ عمل میں آئیگی۔ مطلوبہ تعداد میں نقول کی جلد از جلد روانگی کی پوری کوشش کی جائیگی لیکن اگر مکتوب الیہ کو یہ کاپیاں نہ پہنچیں یا دیر سے پہنچیں یا موصولہ کاپیوں کی تعداد میں کمی ہو تو حکومت کسی عنوان بھی اس کی ذمہ دار نہ ہوگی۔ حکومت کو یہ اختیار رہوگا کہ نوٹس دیئے بغیر وہ اس اسکیم میں اپنی مرضی کے مطابق رد و بدل کر سکے گی۔

اکلو اور بنگار تھیگا دھان کے ابلے ہوئے چاول

ڈیفنس آف انڈیا رولس کے تحت حکومت نے ایک آرڈر جاری کیا ہے جس کے ذریعہ اکلو اور بنگار تھیگا دھان سے اضلاع مشرقی گوداوری، مغربی گوداوری کرشنا اور گنٹور میں ۳۰ نومبر ۱۹۶۵ء تک متعلقہ کلکٹر کی اجازت حاصل کئے بغیر ابلے ہوئے چاول تیار کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

رجسٹری کے بعد دستاویزات کی واپسی

دفتر انسپکٹر جنرل رجسٹریشن و اسٹامپ نے سب رجسٹراروں کو ان دستاویزات کو واپس ... رجسٹریشن و اسٹامپ کے سب رجسٹراروں کو ان دستاویزات کو جو انڈین رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۰۸ء کے تحت رجسٹری کے لئے پیش ہوں (مثلاً بیع نامہ رہن نامے وغیرہ) واپسی کے لئے تین دن کا وقت دیا جاتا ہے۔ کتب رجسٹری کے اندراجات کی مصدقہ نقلوں کی تیاری کی صورت میں بھی سب رجسٹراروں کو تین دن کا وقت دیا جاتا ہے۔ غیر منقولہ جائیداد و دولت سے متعلق انکمبرنس سرٹیفکیٹ کی درخواستیں پیش ہونے پر بجز اس صورت کے جبکہ دستاویزات ایک سے زیادہ دفاتر میں تلاش کرنا پڑے۔ سب رجسٹراروں کو پانچ دن کا

وقت دیا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا ملتوں میں رجسٹری کے لئے پیش ہونے والی دستاویزات کی صورت میں دستاویزات کے پیش ہونے کا دن شامل نہیں۔ اسی طرح مصدقہ نقلوں کی تیاری کے لئے کاغذات اسٹامپ کے پیش ہونے کی تاریخ اور انکمبرنس سرٹیفکیٹ کے لئے درخواست کی وصولی کی تاریخ اس دوران میں واقع ہونے والی تعطیلات شامل نہیں ہیں۔

کسی بھی انفرادی کارروائی میں سب رجسٹراروں کی جانب سے اگر مذکورہ بالا میعادوں کا خیال نہ رکھا گیا ہو تو رجسٹرار ضلع کے پاس شکایت پیش کی جاسکتی ہے۔ اس پر اگر پندرہ روز کے اندر تشفی بخش جواب وصول نہ ہو تو انسپکٹر جنرل رجسٹریشن و اسٹامپ کو توجہ دلائی جائے۔

رائے دہندوں کی فہرستوں کی سالانہ نظر ثانی

ریاست کے اسمبلی انتخابی حلقوں کے رائے دہندوں کی فہرستوں پر ۱۹۶۵ء کی بابت سالانہ نظر ثانی ۲۲ اپریل ۱۹۶۵ء سے شروع ہوچکی ہوچکی ہے۔ ہر ایسا شخص جو قانون نمایندگی عوام ۱۹۵۰ء کی دفعہ (۱۶) کے تحت کوئی نااہلیت نہ رکھتا ہو اور جو کسی انتخابی حلقے میں معمولاً سکونت رکھتا ہو اور جس کی عمر یکم جنوری ۱۹۶۵ء کو (۲۱) سال سے کم نہ ہو۔ اس کا مستحق ہے کہ اس کا نام اس سال اس حلقے کے رائے دہندوں کی فہرست میں اس مقام پر جہاں وہ معمولاً سکونت رکھتا ہو۔ درج کیا جائے۔ محض اس واقعہ کی بناء پر کہ کسی مقام پر کسی شخص کی ملکیت یا قبضے میں کوئی رہائشی مکان واقع ہے اسے (۱) رائے دہندوں کی فہرست میں اپنا نام درج کرانے کا حق حاصل نہیں ہوسکتا۔ ایسے شخص کو اس مقام پر معمولاً سکونت رکھنی چاہئے۔ جہاں وہ اپنا نام رائے دہندوں کی فہرست میں درج کرانا چاہتا ہو۔

ہر ضلع میں بعض منتخب اسمبلی انتخابی حلقوں میں ان فہرستوں پر تفصیلی اور بقیہ حلقوں میں سرسری نظر ثانی کی جائے گی۔ تفصیلی نظر ثانی والے انتخابی حلقوں میں فہرستوں کی تیاری کے لئے شمار کنندے جو اس غرض کے لئے خاص طور پر مقرر کئے گئے کہ وہ گھر گھر پہونچ کر دریافت کریں۔

تفصیلی نظر ثانی

۱۹۶۵ء میں رائے دہندوں کی فہرستوں پر تفصیلی نظر ثانی کے لئے حسب ذیل انتخابی حلقے منتخب کئے گئے ہیں۔

۱۔ سریکاکولم ضلع: برہمن ترلہ۔ کوتھورو ناگورو۔ بچی منڈلہ۔ پالی جی پیٹہ۔ کاریکنکم شیر محمد پورم۔ پونڈورو

۲۔ وشاکھاپٹنم: بھوگاپورم۔ راما برہم گجاپتی نگرم۔ ریونڈی پرواداپدم۔ مینکاراؤمیٹھ گولکنڈہ۔ فنائی (کوٹم)

مشرقی گوداوری: پلاورم۔ کوروکنڈہ جگم پیٹھ۔ پرتھی پیڈو کرپا۔ پامبرو۔ جیورو الاورم۔ نگرم۔ کوتھاپٹنم۔

مغربی گوداوری: اجنتا۔ تیلی۔ پنیاپاڈو گوپال پورم۔ پولاورم چنتل پاڈی۔ ڈنڈولور۔ اندی

۱۔ کرشنا ضلع: تعلقہ کیکاکور۔ ٹنے پلی۔ کنادرم۔ نتحلی پاڈو۔ نندی کاما دیور اور ملیشورم پراچرو

گنٹور: کچی پوڑی۔ دیمور ڈگی بالہ۔ پراچرو پراکلنی۔ پراگرپاڈو کوزالہ۔ مرتر۔ انباپردلو۔ سنتھانوتھا پاڈ

نیلور: ڈوسی۔ پوڈیلی۔ اودے گیر۔ کنڈوکور راپور۔ سرسے پلی۔ سلور پیٹھ۔

چتور: پربیڈو۔ سیتہ ویڈو دیبنجرو۔ تاونمپلی۔ تھالاپلی اور ڈیال پاڑ۔

کڑپہ: کنڈوور۔ لکی ریڈی پلی۔ میدکور۔ جاملمڈگو کملاپورم۔

کرنول: الو۔ کوسگی۔ کوڑموڑ ڈمخوڑد۔ کول کنٹلہ پراکونڈی پالم۔

محبوب نگر: کولاپور۔ ونپرتی آتماکور۔ شادنگر چڑچرلہ۔ ناگر کرنول

حیدرآباد: ابراہیم پٹن۔ جیولہ پرگی۔ وقار آباد

میدک: نارائن پیٹھ۔ رامائن پیٹھ گوپل۔ دوماڑے

نظام آباد: بلاریڈی۔ بانسواڑہ بالکنڈہ

عادل آباد: مدھول۔ بوتھ آصف آباد اور چنور

کریم نگر: سلطان آباد۔ میدارم بگارم۔ نربلہ اندرتی۔ کملاپور

ورنگل	گھن پور۔ چیریال۔ وردھنا پیٹ نرسم پیٹ۔ ملگ۔
کھمم	بورگم پاڑ۔ ویمسور اور پالیر
نلگنڈہ	رامناپیٹ۔ چنا کونڈور۔ نکریکل۔ حضور نگر۔ مریال گوڑہ

دوسرے تمام انتخابی حلقوں میں ۱۹۶۵ء میں سرسری نظر ثانی عمل میں آئے گی۔

۱۹۶۵ء میں ریاست میں انتخابی فہرست کی سالانہ نظر ثانی کا پروگرام حسب ذیل ہے۔

	تفصیلی نظر ثانی کے رقبوں میں	سرسری نظر ثانی کے رقبوں میں
گھر گھر دریافت اور آزمائشی تنقیح	۲۲ر اپریل ۱۹۶۵ء تا ۳۱ر مئی ۱۹۶۵ء	
رائے دہندوں کی ابتدائی فہرستوں کی طباعت	۷ر جون ۱۹۶۵ء تا ۲۸ر جولائی ۱۹۶۵ء	
رائے دہندوں کی مسودہ فہرست کی اشاعت	۲ر اگست ۱۹۶۵ء	۲ر اگست ۱۹۶۵ء
دعووں اور اعتراضات کی وصولی کی آخری تاریخ	یکم ستمبر ۱۹۶۵ء	یکم ستمبر ۱۹۶۵ء
متعلقہ الکٹورل کے رجسٹریشن افسروں کی جانب سے دعووں اور اعتراضات کا تصفیہ	۱۰ر ستمبر ۱۹۶۵ء تا یکم اکتوبر ۱۹۶۵ء	۱۰ر ستمبر ۱۹۶۵ء تا یکم اکتوبر ۱۹۶۵ء
دعووں اور اعتراضات پر الکٹورل افسروں کے فیصلوں کے نتیجے میں ضروری فہرستوں میں ضروری ترمیموں کی ترتیب اور طباعت		۶ر اکتوبر ۱۹۶۵ء تا ۶ر نومبر ۱۹۶۵ء
قطعی فہرستوں کی اشاعت	۱۵ر نومبر ۱۹۶۵ء	۱۵ر نومبر ۱۹۶۵ء

جن انتخابی حلقوں میں ان فہرستوں کی تفصیلی نظر ثانی عمل میں آرہی ہے وہاں گھر گھر پہنچ کر پوچھ گچھ کی جارہی ہے۔ جو ۲۲ر اپریل ۱۹۶۵ء سے شروع ہوئی ہے۔ اور ۳۱ر مئی ۱۹۶۵ء تک جاری رہے گی۔ اور مسودہ فہرستیں ۲ر اگست ۱۹۶۵ء کو بند کر دی جائیں گی۔ جن اصحاب کے نام ان فہرستوں میں نہ پائے جائیں انہیں ایک درخواست فارم نمبر (۶) پر رجسٹریشن افسر یا اس خصوص میں ان مجاز کردہ کسی دوسرے عہدہ دار کے پاس یکم ستمبر ۱۹۶۵ء کو یا اس سے پہلے ہی پیش ہونی ہوگی۔ کسی نام کے اندراج یا کسی خاص اندراج سے متعلق اعتراضات کی ترتیب وار فارم (۷) و (۸) پر ایک مدت کے اندر پیش کئے جاسکتے ہیں۔ قطعی فہرستوں کی اشاعت ۱۵ر نومبر ۱۹۶۵ء تک عمل میں آئے گی۔

قواعد اندراج رائے دہندگان ۱۹۶۰ء کے تحت نام کے اندراج سے متعلق ہر درخواست پر کسی دوسرے شخص کی توثیقی دستخط بھی ثبت ہو جانی چاہیے جس کا نام رائے دہندگی فہرست کے اسی حصے میں درج ہو۔ اسی طرح کسی نام کے اندراج سے متعلق اعتراض کی ہوئی درخواست پر کسی ایسے دوسرے شخص کے توثیقی دستخط بھی ثبت ہونے چاہئیں جس کا نام رائے دہندوں کی فہرست کے اس حصے میں درج ہو۔ دعوے اور اعتراضات ترتیب وار فارم نمبر (۶) اور نمبر (۷) پر پیش ہونے چاہئیں۔ جن کے نمونے قواعد اور اعتراضات پر ترتیب وار فارم نمبر (۷) پر پیش ہونے چاہئیں۔ جن کے نمونے قواعد اندراج رائے دہندگان ۱۹۶۰ء کے ساتھ منسلک ہیں۔ اس غرض کے لئے چھپے ہوئے یا سیکلو اسٹائل شدہ یا ٹائپ شدہ یا قلمی فارم بھی استعمال کئے جاسکتے ہیں۔ اگر دعووں اور اعتراضات کی درخواستیں مقررہ فارم پر پیش نہ ہوں تو رد کر دی جائیں گی۔

عوام اور تمام سیاسی جماعتوں سے خواہش کی جاتی ہے کہ وہ ان عہدہ داروں کے ساتھ جو انتخابی فہرستوں کی نظر ثانی کے کام میں مصروف ہیں پورا پورا تعاون کریں اور فہرستوں کو مکمل اور صحیح بنانے میں ان کو مدد دیں۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے نام کسی کے بغیر فہرستوں میں شامل کرا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اپنا حق رائے دہی استعمال کر سکیں جس کے لئے ان حلقوں میں ۱۹۶۵ء میں شائع ہونے والی قطعی فہرستیں ہی بنیاد قرار دی جائیں گی۔